ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۶ مئی سنہ ۱۹۶۰ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

ہدیہ چار آنے

فرض

(جناب عرفان زمینی راولپنڈی)

ہزاروں رحمتیں جو حق تعالیٰ نے عطا کی ہیں
ہزاروں نعمتیں آسائش دل کیلئے دی ہیں

یہ اپنے ربِّ اکبر کا ہے احسانِ عظیم ہم پر
کہ نازل جس نے فرمایا ہے قرآنِ حکیم ہم پر

وہ جس نے کام کرنے کے لئے یہ زندگی بخشی
ستاروں کو دمک، ماہتاب کو تابندگی بخشی

وہ جس نے آبِ دریا کو روانی بھی عطا کی ہے
فلک کو سربلندی اور زمیں کو عاجزی دی ہے

وہ جس نے ننھی چڑیوں کو نرالی اک چہک دی ہے
وہ کانٹوں کو چبھن دی ہے وہ پھولوں کو مہک دی ہے

ہوا ہے چاند تارے ہیں زمین ہے آسماں بھی ہے
چرندے ہیں پرندے ہیں غرض سارا جہاں بھی ہے

تو اس کا حکم گر ہم بھی بجا لائیں تو کیسا ہے؟
جو مقصد اس کی طاعت ہی کو ٹھہرائیں تو کیسا ہے؟

قوانینِ شریعت کے اگر پابند ہو جائیں
متاعِ بے بہا سے ہم جو بہرہ مند ہو جائیں

لگالیں لو خدا سے اور محبوبِ خدا سے ہم
کریں بیدار دنیا کو صدائے لا الٰہ سے ہم

تو پھر فرضِ مسلمانی کی اک تکمیل ہو جائے
فرامینِ خداوندی کی بھی تعمیل ہو جائے

مسلماں اپنے دل میں تب نیا اک ولولہ پائے
چمن زارِ محمدؐ میں بہارِ جاوداں آئے

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۵ | جمعۃ المبارک ۹ر ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۶ر مئی سنہ ۱۹۶۰ عیسوی | شمارہ ۵۸

آئین کمیشن کا سوالنامہ

ہم نے ۲۲ر اپریل سنہ ۱۹۶۰ء کے شمارہ میں اس عنوان کے تحت ایک مختصر شذرہ سپرد قلم کیا تھا۔ اس سلسلہ میں آج ہم ایک صاحب دل مسلمان کا خط شائع کر رہے ہیں۔ جس کا متن حسب ذیل ہے۔

"آپ جانتے ہیں کہ بہت سی دوسری اصلاحات نافذ کرنے کے بعد انقلابی حکومت نے پاکستان کا آئندہ آئین بنانے کے لئے ایک کمیشن قائم کر دیا ہے اور کمیشن نے رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے ایک سوالنامہ بھی شائع کر دیا ہے۔

صدر مملکت بار بار اعلان کر چکے ہیں کہ آئین اسلام پر مبنی ہوگا۔ لیکن یہاں کچھ لوگ ایسے بھی موجود ہیں جو تہذیب مغرب کے اندھے مقلد ہیں اور ان کی کوشش یہ ہے کہ پاکستان کے آئندہ بننے والے آئین سے کسی نہ کسی طرح اسلام کو خارج کرا دیا جائے۔ پھر ان لوگوں کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے ایک ٹولہ منکرین حدیث کا بھی ہے جو حدیث اور سنت کو درمیان میں سے نکال کر قرآن کی معنوی تحریف کرنے میں مصروف ہے۔ اس ٹولہ کی کوشش یہ ہے کہ مغرب زدہ طبقہ کی تمام خواہشات نفسانی کو قرآن کا نام لے کر سندِ جواز بخشی جائے یہ دونوں گروہ مل کر اس بات کی کوشش کریں گے کہ آئین سے اسلام کو خارج کرایا جائے یا پھر اگر یہ ممکن نہ رہے تو سنت کو تو ضرور آئین میں سے خارج کرا دیا جائے۔ کیونکہ سنت کو بیچ میں سے ہٹا کر قرآن کی معنوی تحریف کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

چونکہ آئین کمیشن کے صدر نے اعلان کر دیا ہے۔ کہ کمیشن سفارشات پیش کرنے میں بالکل آزاد ہے۔ اور وہ رائے عامہ کا لحاظ کرے گا۔ اس لئے منکرین اس کوشش میں ہیں کہ آئین سے سنت کے اخراج کے لئے زیادہ سے زیادہ لوگ کمیشن کو لکھیں۔ چنانچہ "تازہ طلوع اسلام" میں تمام منکرین حدیث کو ایسی ہدایات بھی جاری کر دی گئی ہیں۔ اس موقعہ پر اگر اسلامی آئین چاہنے والے اور سُنت کو حجت ماننے والے آدمی خاموش رہے اور انہوں نے کمیشن کو اپنی رائے سے آگاہ نہ کیا تو ایک ہی نتیجہ نکلنا ممکن ہے۔ وہ یہ کہ آئین کمیشن منکرین حدیث اور مغرب زدہ گروہ کے پیش کئے جوابات کی بنا پر یہ رائے قائم کرے گا کہ پاکستان کے لوگ اسلامی آئین نہیں چاہتے۔ نیز یہ کہ وہ سنت رسول کی حجیت کے مدعی یا قائل بھی نہیں ہیں۔ اور اس صورت میں وہ ایسا سمجھنے میں کسی حد تک حق بجانب بھی ہوگا۔ اور اپنی سفارشات میں وہ ان باتوں کو لازماً درج کرے گا بلاشبہ صدر مملکت اپنی ذاتی حیثیت میں اسلامی آئین چاہتے ہیں۔ لیکن اگر مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر کمیشن اس سے مختلف سفارشات پیش کرے تو صدر مملکت کے لئے انہیں بالکل نظر انداز کر دینا شاید ممکن نہ ہو۔ کیونکہ جیسا کہ صدر مملکت نے اعلان فرمایا ہے وہ رائے عامہ کے مقابلہ میں اپنی ذاتی رائے کو ترجیح نہیں دیں گے۔

ان حالات میں ان لوگوں پر جو اسلامی آئین چاہتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ سنت رسول کو بیچ میں سے ہٹانے کے بعد اسلام موم کی ناک بن جاتا ہے۔ کہ جو آدمی جس طرف چاہے اسے موڑ لے۔ ایک بہت بڑا فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ آئین کمیشن کے جاری کردہ سوالنامہ میں پوری دلچسپی لیں۔ خود سوالات کے مفصل اور مدلل جوابات تحریر فرمائیں اور اپنے متعلقین کو بھی ہدایت کریں کہ وہ بھی کمیشن کو اپنے خیالات سے آگاہ کریں۔ اس طرح کمیشن صحیح نتیجہ پر پہنچ سکے گا۔ اور ملک کو صحیح اسلامی آئین دینے میں صدر مملکت کے ہاتھ بھی مضبوط ہو سکیں گے۔ اس فرض کی یاد دہانی کے لئے یہ عریضہ ارسال کر رہا ہوں امید ہے کہ آپ اس طرف پوری توجہ فرمائیں گے ایک بات اور عرض کرنی ہے کہ سوالنامے کے جوابات وصول کرنے کے بعد کمیشن ملک کے مختلف حصوں کا دورہ کرے گا تاکہ براہ راست ملاقاتیں کر کے لوگوں کے خیالات معلوم کر سکے۔ اس موقعہ پر بھی زیادہ سے زیادہ لوگوں کو کمیشن سے ملاقاتیں کر کے اپنی بات واضح کرنی چاہیئے۔"

ہمیں اس خط کے مضمون سے پوری طرح اتفاق ہے۔ ہمیں یہ بھی احساس ہے۔ کہ نظام العلماء کے حالیہ اجلاس منعقدہ ملتان میں آئین کمیشن کے سوالنامہ کے جوابات مرتب کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی کی تشکیل ہو چکی ہے۔ لیکن یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ملک کے گوشہ گوشہ سے آئین کمیشن کے سوالنامے کے جوابات کتاب وسنت کی روشنی میں مرتب کر کے آئین کمیشن کو بھجوائے جائیں۔ اس موقعہ پر دیندار طبقہ کی عموماً اور علماء کرام کی خصوصاً ذرا سی غفلت بہت بڑے نتائج کی حامل ہو سکتی ہے۔ جس مقصد کے لئے پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔ وہ اگر پورا نہ ہوا تو ہماری تمام قربانیاں زائل ہو کر رہ جائیں گی۔ پاکستان کی مختصر سی تیرہ سالہ تاریخ شاہد ہے کہ اس ملک کا مسلمان اسلام سے روز بروز دور ہوتا جا رہا ہے۔ اس کا رخ انگلستان سے ہٹا کر کعبہ کی طرف پھیرنے کے لئے اس کو کتاب و سنت کی روشنی سے روشناس کرانے کی اشد ضرورت ہے۔ قارئین کرام کو بخوبی علم ہے کہ سنت کو نظر انداز کر کے صرف قرآن پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ اس وقت ہمیں دو محاذوں پر جنگ لڑنی ہے۔

(۱) مغرب زدہ مسلمانوں کے خلاف جو مغرب کی تقلید ہی میں اپنی نجات تصور کرتے ہیں

(۲) ان مسلمانوں کے خلاف جو سنت کو نظر انداز کرنا چاہتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس کے لئے بڑی سخت جدوجہد کی ضرورت ہے۔

آئین کمیشن نے اپنا سوالنامہ صرف انگریزی میں ہی شائع کیا ہے جس کو پڑھ کر اس کے جوابات مرتب کرنا علماء کرام کے بس کا

باقی بر صفحہ ۷

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا فِیْ جَمَاعَۃٍ یُدْرِکُ التَّکْبِیْرَۃَ الْاُوْلٰی کُتِبَ لَہٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَۃٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ۔ انس رضؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے نماز پڑھی صرف خدا کے لئے چالیس دن جماعت سے اس طرح کہ پائی اس نے تکبیر اولیٰ لکھی جائے گی اس کے لئے دو قسم کی نجات۔ ایک نجات تو دوزخ سے دوسری نجات نفاق سے۔

مسجد میں جانے کا ثواب

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَہٗ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلُّوْا اَعْطَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاھَا وَحَضَرَھَا لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے اچھا وضو کیا۔ پھر گیا مسجد کی طرف اور پایا لوگوں کو کہ نماز پڑھ چکے ہیں۔ تو خداوند تعالےٰ اس کو انہیں لوگوں جیسا ثواب عطا فرمائے گا۔ جنہوں نے مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی ہے اور ان لوگوں کے ثواب میں سے کچھ کمی بھی نہ ہوں۔

ف۔ یعنی اس کو جو ثواب ملا تو اور نمازیوں کے ثواب میں سے کم ہو کر نہیں ملا۔ کہ ان کے ثواب میں کمی ہو جاوے۔ بلکہ انہوں نے اجر اپنے فعل کا پایا اور اس نے ثواب بسبب نیت کے اور حسرت کرنے کے اور یہ ثواب جب پاوے گا کہ قصداً حاضر ہونے میں قصور نہ کیا ہو گا۔ بلکہ اتفاقاً کسی عذر سے رہ گیا اور اگر قصداً نہ آیا اور پھر جماعت کے بعد آیا تو یہ ثواب نہیں پائے گا۔

جماعت کے ساتھ دوبارہ نماز پڑھنا

عَنْ یَزِیْدِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ شَھِدْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَجَّتَہٗ فَصَلَّیْتُ مَعَہٗ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ مَسْجِدِ الْخَیْفِ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَہٗ وَانْحَرَفَ فَاِذَا ھُوَ بِرَجُلَیْنِ فِیْ اٰخِرِ الْقَوْمِ لَمْ یُصَلِّیَا مَعَہٗ قَالَ عَلَیَّ بِھِمَا فَجِیْئَ بِھِمَا تُرْعَدُ فَرَائِصُھُمَا فَقَالَ مَا مَنَعَکُمَا اَنْ تُصَلِّیَا مَعَنَا فَقَالَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا کُنَّا قَدْ صَلَّیْنَا فِیْ رِحَالِنَا قَالَ فَلَا تَفْعَلَا اِذَا صَلَّیْتُمَا فِیْ رِحَالِکُمَا ثُمَّ اَتَیْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَۃٍ فَصَلِّیَا مَعَھُمْ فَاِنَّھَا لَکُمَا نَافِلَۃٌ (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی)

ترجمہ۔ یزید بن اسود رضؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج میں شامل ہوا۔ میں نے صبح کی نماز آپؐ کے ساتھ مسجد خیف میں پڑھی۔ جب آپؐ نماز پڑھ چکے اور واپس لوٹے تو آپؐ نے دو آدمیوں کو دیکھا جو لوگوں کے آخر میں بیٹھے ہوئے تھے اور جنھوں نے آپؐ کے ساتھ نماز نہ پڑھی تھی۔ آپؐ نے فرمایا ان آدمیوں کو بلا لاؤ۔ چنانچہ ان کو لایا گیا اور آپؐ کے خوف سے ان کے مونڈھے کانپ رہے تھے۔ آپؐ نے ان سے پوچھا تم کو کس چیز نے ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے روکا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ ہم اپنے ٹھکانے یا قیامگاہ میں نماز پڑھ چکے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ آئندہ ایسا نہ کرنا جب تم اپنے گھر میں نماز پڑھ لو اور اس مسجد میں آؤ۔ جہاں جماعت ہوتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ بھی نماز پڑھو۔ یہ نماز تمہارے لئے نفل ہو گی۔

ف۔ یعنی یہ جو نماز جماعت سے پڑھی نفل ہو گی۔ خواہ پہلی نماز جماعت سے پڑھی ہو یا بغیر جماعت کے

سنتوں کی تعداد

عَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی فِیْ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ ثِنْتَیْ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً بُنِیَ لَہٗ بَیْتٌ فِی الْجَنَّۃِ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّھْرِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَھَا وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ اَنَّھَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ یُّصَلِّیْ لِلّٰہِ کُلَّ یَوْمٍ ثِنْتَیْ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً تَطَوُّعًا غَیْرَ فَرِیْضَۃٍ اِلَّا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ اَوْ اِلَّا بُنِیَ لَہٗ بَیْتٌ فِی الْجَنَّۃِ۔

ترجمہ۔ ام حبیبہ رضؓ کہتی ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص پڑھے رات اور دن میں بارہ رکعتیں بنایا جاتا ہے اس کے واسطے جنت میں گھر۔ یعنی چار رکعتیں ظہر سے پہلے دو رکعتیں ظہر کے بعد۔ دو رکعتیں مغرب کے بعد۔ دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں نماز فجر سے پہلے (ترمذی)

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے۔ کہ انہوں نے (یعنی ام حبیبہ نے) کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ نہیں ہے کوئی مسلمان بندہ جو نماز پڑھے خالص خدا کے لئے روزانہ بارہ رکعتیں نفل سوائے فرض کے مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ بناتا ہے اس کے واسطے جنت میں ایک گھر یا یہ الفاظ ہیں کہ بنایا جاتا ہے جنت میں اس کے واسطے ایک گھر۔

فجر کی سنتوں کی تاکید

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی شَیْئٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ تَعَاھُدًا مِّنْہُ عَلٰی رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سب سے زیادہ حفاظت صبح کی دو سنتوں کی فرماتے تھے۔ یعنی ان کو ہمیشہ پڑھتے تھے

ف۔ یعنی سنتیں فجر کی سب سے زیادہ موکد ہیں کہ سفر اور حضر میں ان کو حضرت نہ چھوڑتے اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بغیر عذر کے ان کو بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَا الْفَجْرِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ عائشہ رضؓ کہتی ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی دو سنتیں دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے افضل اور بہتر ہیں۔

دل میں جب خلوص ہو سجدے میں ہو نیاز
پھر باعثِ نجات ہے مسلم تیری نماز

خطبہ یوم الجمعہ ۲ر ذیقعدہ سنہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۹ر اپریل سنہ ۱۹۶۰ عیسوی

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ - اما بعد

قرآن شریف کے مختلف پہلو مسلمانوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ برادران اسلام اسکے نزول کے مقاصد کو سمجھیں

پہلا

پرہیزگاروں کیلئے قرآن مجید راہنما ہے

(ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○) سورۃ البقرہ ع ۱ پ ۱ ترجمہ - یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی بھی شک نہیں - پرہیزگاروں کیلئے ہدایت ہے جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ پر اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں وہی لوگ اپنے رب کے راستہ پر ہیں اور وہی نجات پانے والے ہیں۔

پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی مرضی کے خلاف کرنے کو ناجائز سمجھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں ایسے حضرات اس قرآن مجید سے ہدایت پاتے ہیں۔ اللھم اجعلنا منھم

دوسرا

قرآن مجید کو معمول بہ بنانے والے ہی عقلمند ہیں

(هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○) سورۃ آل عمران ع ۱ پ ۳ - ترجمہ - وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری - اس میں بعض آیتیں محکم ہیں (جن کے معنی واضح ہیں) وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری مشابہ ہیں (جنکے معنی معلوم یا معین نہیں) سو جن لوگوں کے دل ٹیڑھے ہیں - وہ گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی غرض سے متشابہات کے پیچھے لگتے ہیں - اور حالانکہ ان کا مطلب سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا اور مضبوط علم والے کہتے ہیں - ہمارا ان چیزوں پر ایمان ہے - یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہی ہیں اور نصیحت وہی لوگ مانتے ہیں جو عقلمند ہیں -

حاصل

وہی نکلا جو عقلمند ہیں - وہی اس قرآن مجید کے احکام مانتے ہیں - عقلمند وہ ہوتا ہے جو آخری نتیجہ ہر کام کا سوچ کر پھر کام کرے - لہذا کوئی عقلمند بھی اس اللہ تعالیٰ کی کتاب کی مخالفت کرکے جہنم میں جانا پسند نہیں کریگا -

تیسرا

یہ کتاب الٰہی اپنے ماننے والوں کو خوشخبری دینے والی ہے

(قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○) سورۃ النحل ع ۱۴ - پ ۱۴ - ترجمہ تو کہہ دے اسے تیرے رب کی طرف سے پاک فرشتے نے سچائی کے ساتھ اتارا ہے - تاکہ ایمان والوں کے دل جما دے - اور فرمانبرداروں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے

حاصل

ایماندار اس کتاب پر عمل کرکے صحیح راستہ پر ثابت قدم رہیں اور یہ کتاب ان لوگوں کی راہ نمائی کرے اور ان کو خوشخبری سنائے - کہ تمہارے اعمال صالح کے باعث اللہ تعالےٰ تم پر راضی ہے -

چوتھا

یہ کتاب اس خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے - جو حکیم اور علیم ہے

(وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ○) سورۃ النمل ع ۱ - پ ۱۹ - ترجمہ - اور تجھے بڑے حکمت والے علم والے کی طرف سے قرآن دیا جا رہا ہے -

لہذا

جو اس پر عمل کرے گا - وہ دانا اور سمجھدار ہوگا - اللھم اجعلنا منھم

پانچواں

اس کتاب الٰہی پر عمل کرنیوالوں کو ہمیشہ باقی رہنے والا اجر ملے گا

(اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ○ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ○ مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ○) سورۃ الکہف ع ۱ - پ ۱۵ - ترجمہ - سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندہ پر کتاب اتاری اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی ٹھیک اتاری - تاکہ اس سخت عذاب سے ڈرائے - جو اس کے ہاں ہے اور ایمانداروں کو خوشخبری دے جو اچھے کام کرتے ہیں کہ ان کیلئے اچھا بدلہ ہے - جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے -

چھٹا

اس کتاب کا اتباع اللہ تعالیٰ کی رحمت کھینچ کر لائیگا

(وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝) سورۃ الانعام ع ۲۰ - پ ۸) ترجمہ - یہ برکت والی کتاب ہم نے اُتاری ہے - سو اس کا اتباع کرو اور ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے -

حاصل

یہ ہے کہ اس قرآن مجید کا اتباع کرنے سے اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہوگی -

ساتواں

یہ قرآن مجید بدعملوں کو ڈرانے کیلئے نازل ہوا ہے

(وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ) الآیۃ سورۃ الانعام ع ۲ - پ ۷ - ترجمہ - اور مجھ پر یہ قرآن اُتارا گیا ہے - تاکہ تمہیں اس کے ذریعہ سے ڈراؤں اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے -

فرض علماء کرام

جس جس کو یہ قرآن پہنچے - یہ قرآن مجید آج کل طباعت کی برکت سے ہر گاؤں - ہر قصبہ - ہر شہر میں پہنچ رہا ہے - لہذا جہاں یہ قرآن مجید پہنچے - ان لوگوں کو سمجھانا اور ڈرانا دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھا - اب وہ علماء کرام جو عالم دین ہیں - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں خلق خدا کو اس قرآن مجید کے ذریعہ سے ڈرانا ان کا فرض ہے - کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف میں یہ ارشاد ہے -

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ - ترجمہ - عالم ہی انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام نے دینار (جو سونے کا سکہ ہے) اور درہم (جو چاندی کا ہوتا ہے) انہیں وارث نہیں بنایا سوائے اس کے نہیں کہ وہ علم الٰہی جو انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالےٰ کی طرف سے پایا - علماء کرام نے وراثت میں وہ حاصل کیا - لہذا علماء کرام کا یہ فرض ہے کہ اور کچھ پڑھائیں یا نہ پڑھائیں - قرآن شریف لوگوں کو ضرور سنائیں اور اس کے ذریعہ سے مخلوق خدا کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے ڈرائیں

وما علینا الا البلاغ واللہ بصیر بالعباد

ڈرانے کی ایک مثال قرآن شریف سے ملاحظہ ہو

(يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۝ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْــَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۝ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۝) (سورہ الانعام ع ۳ پ ۷) ترجمہ - کافر کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہی ہیں اور یہ لوگ اس سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں اور نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو اور سمجھتے نہیں - کاش تم اس وقت کی حالت دیکھ سکتے - جب وہ دوزخ کے کنارے کھڑے کئے جائیں گے - اس وقت کہیں گے کاش کوئی صورت ایسی ہو کہ ہم واپس جائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں -

اعراض کرنے والوں

قرآن مجید سے اعراض کرنے والوں (یعنی منہ موڑنے والوں کا) بالآخر یہ نتیجہ ہوگا - وما علینا الا البلاغ

آٹھواں

رسول اللہ خود بھی اسی قرآن مجید ہی کا اتباع کرتے تھے

(قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝) سورۃ الاعراف رکوع ۲۴ پ ۹ - ترجمہ - کہدو - میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا جاتا ہے - یہ تمہارے رب کی طرف سے بہت سی دلیلیں ہیں اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایماندار ہیں

نتیجہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے اتباع میں اپنا ہر معاملہ طے فرماتے ہیں تو امت کو کیا مجال ہے کہ قرآن مجید کا اتباع تو نہ کریں اور پھر آپ کے متبع بھی آپ کی امت کہلائیں اعاذنا اللہ من ہذہ المخالفۃ

نواں

یہ کتاب اللہ اپنے ماننے والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے

(وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۝) سورہ بنی اسرائیل ع ۹ - پ ۱۵ - ترجمہ - اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمانداروں کے حق میں شفاء اور رحمت ہیں اور ظالموں کو اس سے اور زیادہ نقصان پہنچتا ہے

خلاصہ

اس آیت کا مطلب یہ ہے اور منبع حق قرآن حکیم ہے جو اپنے ماننے والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے - امراض روحانی کے لئے شفاء ہے اور عقیدتمندوں کے لئے اس میں جسمانی شفاء بھی ہے

دسواں

یہ کتاب اللہ اپنے ماننے والوں کیلئے مبارک اور رحمت ہے

(وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝) (سورۃ الانعام ع ۲۰ - پ ۸) ترجمہ - یہ برکت والی کتاب ہم نے اُتاری ہے - سو اس کا اتباع کرو اور ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

جو عنوان

قائم کیا گیا ہے - وہ ترجمے سے نہایت واضح طور سے ثابت ہوتا ہے - خود عربی جاننے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بشمار علماء کرام موجود ہیں جو عربی داں ہونے کے لحاظ سے قرآن مجید کو خوب سمجھتے ہیں - اور دوسروں کو سمجھاتے ہیں - لہذا کوئی شخص یہ عذر نہیں کر سکتا کہ میں سمجھ نہیں سکا - علاوہ اس کے تراجم اس قدر کثرت سے پائے جاتے ہیں - کہ اب کوئی بھی اردو داں بارگاہ الٰہی میں یہ عذر پیش نہیں کر سکتا کہ میں تیری کلام پاک کی زبان سے ناآشنا تھا - اسی سبب سے تیرے قرآن کی زبان میں نہیں معلوم کر سکا اور عمل بھی نہیں کر سکا -

گیارھواں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ایمانداروں کو خوشخبری سنانے کیلئے اور مخالفین حق کو ڈرانے کیلئے نازل فرمایا ہے

(اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۝ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا

حَسَنًا ۙ مَّاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا ۙ وَّيُنذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۚ (سورۃ الکہف ع ا پ ۱۵) ترجمہ۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ جس نے اپنے بندہ پر کتاب اُتاری اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی۔ ٹھیک اُتاری۔ تاکہ اس سخت عذاب سے ڈرائے جو اس کے ہاں ہے اور ایمانداروں کو خوشخبری دے جو اچھے کام کرتے ہیں کہ ان کے لئے اچھا بدلہ ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور انہیں بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔

بارھواں

مخالفین کے لئے چیلنج

(وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝)

سورۃ البقرہ ع ۳ پ ۱) ترجمہ اور اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو ایک سورت اس جیسی لے آؤ۔ اور اللہ کے سوا جس قدر تمہارے حمائتی ہوں بلا لو اگر تم سچے ہو

اس آیت مبارکہ

میں چیلنج دیا گیا ہے لیکن اس کے مقابلہ میں کوئی کتاب بنا کر نہیں لا سکے۔ لہٰذا وہ فیل ہو گئے۔ اور اللہ تعالےٰ غالب اور حق بجانب رہا۔ وما علینا الا البلاغ۔

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے

روگ نہیں بعض اخبارات نے آئین کمیشن پر زور دیا ہے کہ اردو میں بھی سوالنامہ شائع کیا جائے۔ وقت چونکہ تھوڑا ہے۔ اس لئے شاید آئین کمیشن یہ مطالبہ پورا نہ کر سکے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کسی ادارہ کی طرف سے اس سوالنامے کا اردو ترجمہ شائع کر کے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا جائے۔

آخر میں ہم ایک بار پھر خط کے مضمون کی پُر زور تائید کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں پاکستان کو صحیح معنوں میں پاکستان بنانے کی توفیق عطا فرمائے اور اس راستے میں آنے والی تمام مشکلات اور رکاوٹوں کو اپنے فضل و کرم سے دور فرمادے۔ آمین یا الہ العالمین۔

سُورۂ اخلاص

تراجم اور تشریحات

جناب عبد الرحمٰن الحبلہ ہیانوی شیخوپورہ

گزشتہ سے پیوستہ

سُورۂ اخلاص کی مختصر تفسیر ۳

یوں تو تمام قرآن کریم توحید کی تعلیم سے بھرا ہوا ہے اور صفحہ صفحہ پر اسلامی توحید جلوہ گر نظر آتی ہے مگر سورہ اخلاص جس میں جامعیت اور خوبصورتی کے ساتھ انسانی دل و دماغ میں توحید الٰہی کو اُتارا گیا ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ ہے اس مختصر سی سورت میں توحید الٰہی کو جس بلند مقام پر دکھایا گیا ہے۔ وہاں تک کسی دوسرے مذہب کے تصور و خیال کی بھی رسائی نہیں۔ اس لئے اس مقام پر سورۂ اخلاص کے مفہوم و مفاد کو پیش کر دینا درس توحید کے لئے کافی ہے۔

سورۂ اخلاص قرآن پاک کے تیسویں ۳۰ پارہ کی ایک سورۃ ہے جس کا نمبر ۱۱۲ ہے۔ جو مکی ہے اور جس کی چار ۴ آئتیں ہیں۔ یعنی قبل ہجرت کے مکہ شریف میں حضور ؐ پر نازل ہوئی وجہ تسمیہ۔ سورۃ ہذا کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اخلاص کے معنی خالص اور صاف کرنے کے ہیں اور چونکہ یہ سورۃ وہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خالص توحید بیان فرمائی ہے اور اس سورۃ کے نزول سے انسان کے دل و دماغ کو جھوٹے فرضی وہمی اور خیالی معبودوں اور باطل و غلط اعتقادات سے پاک و صاف کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے اس کا نام سورہ اخلاص رکھا گیا ہے۔

ہمارے آقا و مولا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر زمین کفر و شرک میں علم توحید بلند کیا۔ اصنام کے پجاریوں کو درس توحید دیا اور لوگوں کو ایک خدا کے ماننے اور صرف اُسی کی عبادت کرنے کی تعلیم دی۔ تو مشرکین مکہ نے ازراہ تمسخر حضور ؐ سے دریافت کیا کہ جس رب کی عبادت کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں۔ وہ کون ہے؟ اس کی شکل و صورت کیسی ہے؟ اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا جواب باری تعالیٰ عزاسمہٗ نے اپنے پیارے حبیب کی زبان سے یہ دیا۔ قُلْ یعنی اے ہمارے حبیب ان بے دماغ مشرکوں سے کہہ دیجئے کہ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللہ تعالےٰ ایک ہے۔ دو یا تین نہیں۔ جیسا کہ مجوسی پارسی اور عیسائی وغیرہ مانتے ہیں اور ہندو تو کئی کروڑ دیوتاؤں کو خدا تصور کرتے ہیں۔ لیکن اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ وہ ایک ہے قرآن پاک میں ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔ کہ اگر زمین و آسمان میں دو خدا ہوتے۔ تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا۔ پس اُسے ایک ہی سمجھو اس میں شرک فی الذات کی نفی کی گئی ہے

اَللَّهُ الصَّمَدُ۔ اللہ بے نیاز ہے بے احتیاج ہے۔ یعنی تمام مخلوق اسکی محتاج ہے۔ مگر وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس میں قرآن تعلیم دیتا ہے کہ خدا بے احتیاج ہے اور تم سراپا احتیاج رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی اس صفت صمدیت نے شرک فی الصفات کو بیخ و بن سے اکھیڑ کر پھینک دیا اور خدا کی سماعت و بصارت کے مسئلہ کو بھی صاف کر دیا وہ اس طرح کہ اللہ تعالےٰ اس میں بیان فرماتے ہیں کہ میں بے احتیاج ہوں نیز قرآن پاک میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ سمیع و بصیر ہے۔ یعنی دیکھتا اور سُنتا ہے اس قسم کے صفات کو کوئی عقل کج میں اور گستاخ زبان کہہ سکتی تھی۔ کہ کیا اس کے کان اور آنکھیں بھی ہیں۔ اس اعتراض کا جواب بھی قرآن مجید نے خود ہی اس چھوٹے سے جملہ میں بیان کر دیا اور اس کے ذریعہ سمجھا دیا کہ وہ دیکھتا ضرور ہے۔ مگر اسے آنکھ اور خارجی روشنی کی ضرورت نہیں۔ وہ سنتا ضرور ہے مگر وہ کان اور ہوا کا محتاج نہیں۔ اس طرح اس کی دوسری صفات کو سمجھ لیجئے۔ جس میں وہ انسانوں کی صفات میں لفظی شرکت رکھتا ہے۔ الغرض اس جملہ نے بتا دیا کہ اے انسانو! خدا تعالیٰ سراسر بے احتیاج ہے۔ ہاں تم ان کاموں میں خدا کے محتاج اور اس کے سامنے سر افگندہ ہو۔ ساتھ ہی یہ نکتہ بھی سمجھا دیا کہ اس پر کسی کا زور نہیں وہ کسی کا ایسا عاشق نہیں کہ اپنے خدائی کاموں میں اُسے شریک کر لے نہ اس کو کسی مشورہ کی ضرورت ہے۔ اور نہ وہ کسی کی مدد کا محتاج ہے۔

صفت صمدیت نے تعزیہ پرستی قبر پرستی اور پیر پرستی وغیرہ سب کی جڑ کاٹ دی اور اس کا خلاصہ و مفاد یہ ہوا کہ خدا ہی کی ذات ہے جو کسی کی

محتاج نہیں۔ وہی سب کی حاجتیں پوری کرتا اور مرادیں بر لاتا ہے۔ اللہ خدا کے سوا کوئی صمد نہیں۔

لَمْ يَلِدْ - اس نے کسی کو نہیں جنا۔ یعنی وہ کسی کا باپ نہیں۔ جیسا کہ عیسائی خدا کو حضرت عیسیٰ کا باپ مانتے ہیں۔ یہودی حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا اور کفار عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔

وَلَمْ يُولَدْ اور نہ اس کو کسی نے جنا یعنی وہ کسی کا بیٹا نہیں ہے۔ جیسا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بھی کہتے ہیں اور خدا کا بیٹا بھی۔ مگر اسلام کہتا ہے کہ اس میں توالد و تناسل کا سلسلہ ہی نہیں۔

وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ٥ اور کوئی اس کی ہمسری کے لائق نہیں یعنی کوئی اسکی ذات و برادری ہی نہیں۔ کوئی چیز اس کی مانند نہیں۔ خداوند تعالےٰ کا نہ کوئی مثیل ہے نہ مشابہ۔ نہ جنس ہے۔ نہ ہم صورت اور نہ اس کا کوئی ہمسر اور صلاح کار و مشیر ہے۔ اس میں بتلا دیا گیا کہ افعال میں بھی کوئی اس کا شریک و ہمسر نہیں۔ اس سے اس مذہب کی جڑ کٹ گئی۔ جس نے تعلیم دی ہے کہ خدا انسانی شکل میں ظاہر ہو کر لوگوں کی ہدایت کے لئے آیا کرتا ہے۔ الغرض اس چھوٹی سی سورت میں توحید کو ہر پہلو سے مکمل کر دیا گیا ہے اور شرک کی ہر طرح جڑ کاٹ دی گئی ہے۔

یہ ہے درس توحید جسکی مثال دنیا کا کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ اور یہ ہے وہ خصوصیت جس نے مذہب اسلام کو مذاہب عالم میں ممتاز و مفتخر کر دیا ہے۔ چونکہ توحید کے متعلق بتائی ہوئی تمام باتوں کا لب لباب اس چھوٹی سی سورۃ میں موجود ہے۔ اس لئے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کا ایک تہائی حصہ سورہ اخلاص ہے جو شخص اس سورۃ کو ایک بار پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے ایک مکان تیار کرتا ہے۔

توحید خالص پر تمام انبیائے کرام متفق ہیں دنیا میں مختلف چیزیں اپنے اپنے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ ہر ایک کا تعلق اپنے مرکز سے ہے اور پھر یہ تمام مراکز مختلفہ ایک بالاترین ہستی میں جا کر جذب ہو جاتے ہیں اور اعظم ترین مرکز اللہ ہے۔ زمین و آسمان میں جس قدر انوار و برکات مصروف عمل ہیں سب اسی ایک چشمۂ فیض سے مستعار لئے گئے ہیں۔ وہاں محض خیر ہی خیر ہے۔ اس جگہ شر و فساد کا نام و نشان تک نہیں۔ وہی اللہ ہے جس کے قبضہ قدرت میں ملکوت السموات والارض ہے۔ جس کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔

صفت قدوسیت - اسلام نے خداشناسی کی نہایت زور شور کے ساتھ ایسی اعلےٰ و اکمل تعلیم دی ہے۔ جس سے انسانی قلب و دماغ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور فطرت انسانی پکار اٹھتی ہے کہ یہی میرا مطلوب و مقصود ہے۔ چنانچہ قرآن مقدس نے اللہ تعالیٰ کو قدوس بتایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ہستی ہے کہ اس میں کوئی عیب و نقص نہیں۔ اور نہ ہی کوئی ایسی خوبی ہے جو اس کی ذات میں موجود نہیں۔

دیگر اہل مذاہب بھی یہی دعوے کرتے ہیں مگر ان کا یہ دعوےٰ محض اسلام کی دیکھا دیکھی اور قول تک محدود ہے۔ جس کا ثبوت وہ اپنے مذہب سے نہیں دے سکتے۔ لطف تو یہ ہے کہ ان کا مذہب ہی ان کے اس تقلیدی دعوے کو سراسر باطل ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ اس دعوے کا ثابت ہونا کہ وہ بھی خدا کو قدوس مانتے ہیں توحید پر موقوف ہے اور توحید کی تعلیم آج دنیا کے کسی مذہب میں بھی نہیں سب سے بڑا مذہب ہندو مذہب کو بتلایا جاتا ہے۔ اگر اس مذہب میں توحید کا ادنےٰ تصور تک بھی ہوتا تو اس کے ماننے والے ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی پوجا نہ کرتے۔ پس ثابت ہوا کہ توحید کی تعلیم صرف اسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور اس بناء پر مسلمان ہی خدا کو قدوس مانتے ہیں۔

نفع و ضرر کا مالک صرف خدا ہے۔

مسلمان اس بات پر بجا فخر کرتے ہیں کہ وہ موحد اور خدا پرست ہیں۔ مگر یہ المناک حقیقت بھی محتاج بیان نہیں۔ کہ کچھ مسلمان باوجود اس دعوے کے بعض دوسری ہستیوں کو نفع اور ضرر کا مالک سمجھتے ہیں اور مصیبت کے وقت غیروں کو مدد کے لئے پکارتے ہیں اور پھر بھی توحید کا دعوے کرتے ہوئے نہیں شرماتے پس اس چیز کو بھی اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ ٥ پ ۱۱ ع ۱۶۔ ترجمہ۔ اللہ کو چھوڑ کر ان ہستیوں کو مدد کے لئے نہ پکارو۔ جو نہ تمہیں نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ نقصان۔ اگر تم نے ایسا کیا۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

مطلب۔ میرے دین کا اصل الاصول توحید خالص ہے۔ میں تمہارے فرضی معبودوں کی عبادت سے سخت بیزار ہوں۔ میری عبادت خالص اس خداوند قدوس کے لئے ہے جس کے قبضہ میں تمہاری سب کی جانیں ہیں کہ جب تک چاہے انہیں جسموں میں چھوڑے رکھے اور جب چاہے ایک دم میں کھینچ لے۔ گویا موت و حیات کا فرشتہ جس کے ہاتھ میں ہے بندگی اسی کی ہو سکتی ہے نہ صرف جوارح سے اس کی بندگی کی جائے۔ بلکہ اس کی توحید و تفرید پر پورا یقین و ایمان ہو اور ظاہر و باطن میں اسی دین حنیف پر جو ابراہیم خلیل اللہ کا دین ہے۔ پوری ہمت اور توجہ سے مستقیم رہ کر شرک جلی و خفی کا تسمہ نہ لگا رہنے دیا جائے۔ جس طرح عبادت صرف اسی کی کریں۔ استعانت کے لئے بھی اسی کو پکاریں۔ کیونکہ ہر قسم کا نفع و نقصان اور بھلائی برائی تنہا اسی کے قبضہ میں ہے۔ مشرکین کی طرح ایسی چیزوں کو مدد کیلئے پکارنا جو کسی نفع و نقصان کے مالک نہ ہوں سخت بیموقع بات بلکہ ظلم عظیم یعنی شرک کا ایک شعبہ ہے۔ اگر بفرض محال نبی سے ایسی حرکت صادر ہو تو انکی عظیم الشان شخصیت کو لحاظ کرتے ہوئے ظلم اعظم ہوگا۔

تفسیر قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ

کہ وہ رب کریم کہ جس کی صفت تم بیان کرتے ہو اللہ ہے جو یکتا ہے۔ اس کی ذات اور صفات میں یکتائی ہے۔ ذات میں اس طرح سے کہ نہ اور کوئی شریک الوہیت ہے نہ اس کی ذات کیلئے اجزا ہیں نہ تحقیقی نہ تقدیری نہ ترکیبی نہ تحلیلی۔ اور صفات میں یکتائی یہ ہے کہ وہ ازلی ہے اور کوئی نہیں۔ وہی ابدی ہے اور کوئی نہیں۔ وہی قادر مطلق ہے اور کوئی نہیں ہے۔ وہی علیم مطلق ہے کہ جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ اور غیب کے علوم و اسرار اسی کے سامنے حاضر ہیں اور کوئی ایسا نہیں۔ وہی رحمٰن و رحیم حقیقی ہے اور کوئی نہیں۔ وہی موجود اصلی ہے اور کوئی نہیں اور جو موجودات ہیں تو ان کا وجود ذاتی نہیں۔ بلکہ مستعار ہے اسی کے وجود کا پرتو ہے۔ وہی مستغنی ہے اور کوئی نہیں۔ الغرض وصف احدیت اسی کا حصہ ہے۔ اس لئے لفظ احد آیا۔ جس کے معنی ہیں یکتا۔ نہ واحد جس کے معنی ہیں ایک۔ ازہری فرماتے ہیں کہ احدیت کے ساتھ بجز حق سبحانہ کے اور کوئی متصف نہیں ہو سکتا۔

واضح ہو کہ اس سورت میں بندوں کے مراتب کا بھی ایماء ہے اور دنیا پر جس قدر مذاہب باطلہ تھے یا ہیں ان کا بھی رد ہے۔ اور اپنی صفات کا بھی اظہار کہ یہ تین باتیں ہوئیں۔ اول بات کی طرف اس ایک آیت میں اشارہ ہے اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ بندوں کی تین قسمیں ہیں (اول) مقربین۔ (دوم) اصحاب الیمین (سوم) اصحاب الشمال۔

پہلے گروہ پر ملکیت بالکل غلبہ کر گئی اور اسی لئے بہیمیت کے ظلمانی پردے ان کی آنکھوں سے اٹھ گئے اب ان کو عالم میں کسی کی ہستی نہیں دکھائی دیتی آفتاب حقیقی کے سامنے تمام موجودات کے ستارے مخفی ہو گئے

اصحاب الیمین جو صلحا و ابرار ہیں۔ انکی بہیمیت اور ملکیت کا وزن برابر ہے۔ اسی لئے ان کی آنکھوں میں مخلوق کا بھی وجود ہے۔ ان پر وہ حالت طاری نہیں جو مقربین پر تھی۔ اس لئے لفظ هُوَ ان کے لئے کافی نہ تھا۔ بلکہ ایک ایسا لفظ درکار تھا جو خالق و مخلوق میں امتیاز کر دے۔ اس لئے اسکے بعد لفظ اللہ آیا۔

سوم اصحاب الشمال۔ یعنی اشرار جنکی ملکیت پر بہیمیت غالب آگئی اور آنکھوں پر بھاری پردے پڑ گئے عقل خداداد کا نور زائل ہو گیا۔ قلب کے آئینہ پر زنگ لگ گیا۔ روح کا جوہر بگڑ گیا۔ یہ کفار و مشرکین

ہیں۔ ان عقل کے اندھوں کے نزدیک جہاں کوئی بڑی چیز سامنے آگئی اور ان کا کرشمہ ان کے دل پر نقش ہوگیا اُسی کو الوہیت میں شریک کرلیا۔ پھر کسی نے اس کو مستقل دوسرا خدا مان لیا۔ کسی نے خدائی کا حصہ دار ٹھہرا لیا۔ آفتاب۔ ستارے۔ عناصر۔ احجار و اشجار و ملائکہ و بنی آدم کے ابرار و مقربین اور جن و خبیث سب کو خدائی میں شریک کرلیا۔ گائے دیکھی اس کو ماں سمجھ کر پیچھے ہو لیا۔ پھر کسی نے ذات حق سبحانہ کا شریک ٹھہرا لیا۔ تو کسی نے صفات کا ان کے لئے لفظ احد ارشاد فرمایا۔

دوسری بات۔ یوں تو بہت سے باطل مذہب ہیں اور اس وقت بھی تھے۔ مگر انکی تقسیم اسی طرح کر سکتے ہیں۔

(۱) یا تو وہ لوگ ہیں جو سرے سے اس کائنات کے بانی کا مستقل وجود ہی نہیں مانتے۔ عناصر و کواکب کو کہتے ہیں قدیم ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ زمین۔ پانی ہوا۔ آتش۔ افلاک و سیارات اور پھر انکی ترکیب سے حیوانات و جمادات و نباتات موالید ثلاثہ پیدا ہو جاتے ہیں اور جب تک وہ قوت جو مرکب ہونے سے ان میں آگئی ہے۔ باقی ہے۔ اور محافظ قوت انکی صورت ہے یہ باقی ہے تو قویٰ بھی باقی ہیں تو ترکیب کی گرہ کھل جاتی ہے اور ہر چیز اپنی اپنی جگہ جدا ہو کر چلی جاتی ہے اسی کا نام فنا ہے

(۲) وہ جو اس کائنات کے بانی کا وجود مستقل مانتے ہیں اور اسکی کائنات کی ہستی کو جدا تسلیم کرتے ہیں پھر اس کے ہر زبان میں جدا جدا نام ہیں۔ جیسے خدا۔ اللہ پرمیشور۔ گاڈ وغیرہ۔ پھر انکی دو قسمیں ہیں۔ یا تو وہ کسی آسمانی کتاب یا نبی کے قائل ہیں یا نہیں جو قائل ہیں ان کو متدین اور جو قائل نہیں وہ غیر متدین ہیں اسی طرح مجوسیوں کا مذہب ہے۔ مگر بانیٔ کائنات حق سبحانہ کی ذات پاک اور اس کے صفات مقدسہ میں کائنات کی بڑی بڑی چیزوں کو حصہ دار ٹھہرایا ہے۔

لفظ ھُوَ سے ان ملحدوں اور خدا کے منکروں کو تنبیہ ہے جو کسی قدر عقل و ادراک سے بھی بہرہ ور ہیں۔ اس لئے کہ موجودات میں سے جب وہ ایک چیز کو غور کریں گے تو آخر یہی بول اُٹھیں گے۔ کہ وہی ہے وہی ہے۔

اب رہے وہ فرقے جو خدا تعالےٰ کے وجود مستقل کے قائل ہیں اور اس کو قادر بھی مانتے ہیں مگر ساتھ ہی اور موجودات کو خدائی میں شریک کرتے ہیں چنانچہ مجوس کہتے ہیں۔ کہ ایک نوری خالق ہے جس کو یزدان کہتے ہیں اور ایک ظلمانی جس کو اہرمن کہتے ہیں۔ دیگر مشرکین اور اشیاء کو اس کی صفات میں شریک کرتے ہیں عرب فرشتوں کو جنوں کو خدا کے رشتہ دار اور بیٹیاں سمجھ کر کارخانہ قضاء و قدر کا مختار کل جانتے تھے اسی طرح عناصر اور کواکب کو مظہر تجلی سمجھ کر ان کو قاضی الحاجات و دافع البلیات خیال کرتے تھے۔

بلکہ ہنود اور مجوس اب تک ایسا ہی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت بغیر انکی عبادت کے نہیں ہوسکتی۔ نہ اس تک ان کے وسیلہ بغیر فریاد پہنچ سکتی ہے۔

لفظ احد اس غلط خیال کے مٹانے کو سیف قاطع ہے اسی لیئے کہ مقام احدیت میں اسکے سوا اور کسی کا وجود بھی نہیں پھر صفات میں شرکت کیسی؟ وہ جو خود چاہتا ہے کرتا ہے

اَللّٰهُ الصَّمَد کہ اللہ بے نیاز ہے۔ اس کو اپنے کسی کام میں کسی کی حاجت نہیں اور وہ حاجت روا اور قاضی الحاجات بھی ہے۔ پھر کون ہے جو بندوں کی حاجت براری کرے؟ اور کس کی مجال ہے جو اس کے آگے دم مارے اسکی شانِ صمدیت نہیں چاہتی۔ کہ اور کی عبادت کی جائے توالد و تناسل اسکی احدیت و صمدیت کے برخلاف ہے۔ کیونکہ بیٹا باپ کے ہم جنس ہوا کرتا ہے۔ پھر جب دوسرا اس جیسا ہوا تو نہ احدیت رہی۔ نہ بلحاظ صفات کے صمدیت باقی رہی۔ اس لیئے کہ صمد ہی ہوتا ہے کہ جس کو کسی کی طرف حاجت نہو اور سب کو اس کی طرف حاجت ہو۔ پھر بیٹا باپ کا ہمجنس جب ہی ہوگا کہ وہ بھی اس کے مانند اوصاف رکھ کر حاجت براری کرے پس نہ فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں نہ جن۔ نہ حضرت مسیح علیہ السلام بیٹے ہیں نہ حضرت عزیر علیہ السلام جیسا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا خیال ہے۔

اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔ اس کا کوئی باپ نہیں اس لئے اگر باپ ہو تو حادث ہو جاوے اور حادث خدا نہیں ہوسکتا۔ اس قاعدے پر وہ جو حضرت مسیحؑ کو عیسائی خدا کا بیٹا اور خدا بھی کہتے ہیں اور اب تک الوہیت مسیح کے قائل ہیں۔ اور اسی فاسد عقیدہ کو ایمان اور موجب نجات جانتے ہیں۔ اس کا بھی کامل رد ہو گیا مسئلہ تثلیث۔ باپ خدا یعنی حق سبحانہٗ تعالیٰ اور بیٹا خدا یعنی حضرت عیسیٰؑ اور روح القدس جبریلؑ یا روح اعظم خدا۔ پھر سب ایک خدا نہ تین۔ خدا کا کوئی ہمسر نہیں۔ عیسیٰ اور روح القدس پر خدا کا اطلاق کرنا ہمسر اور کفو ثابت کرنا ہے جو بدیہی البطلان بات ہے اور عیسائی تینوں کو برابر خدا کہتے ہیں پھر اس سے بڑھ کر اور کیا ہمسری اور کفویت ہوگی۔

تیسری بات۔ اس کے صفات کا ثبوت اور توضیح و تشریح اسکی کہ جس کے سننے کے مشرکین یا یہود مشتاق تھے اس طرح سے ہے کہ خدا تعالےٰ کے صفات یا تو ثبوتیہ ہیں یا صفات سلبیہ۔

صفات ثبوتیہ۔ جیسے حیّ ہونا۔ ازلی ہونا۔ ابدی ہونا۔ قادر ہونا۔ عالم ہونا۔ سمیع و بصیر ہونا اور صفات سلبیہ جیسا کہ نہ جوہر ہونا نہ جسم ہونا۔ نہ کسی کا باپ ہونا نہ کسی کا بیٹا ہونا۔ نہ کسی مکان و زمان میں ہونا۔ حدوث و امکان کے خصائص سے مبرا ہونا۔

پس ھو اللہ میں صفات ثبوتیہ آگئے۔ کیونکہ اللہ اس ذات کا نام ہے۔ جس میں تمام کامل صفات پائے جائیں اور وہ مستحق عبادت ہو۔ ھُوَ اس کے وجود اصلی پر دلالت کرتا ہے اور لفظ اللہ اس کے حیّ۔ قیوم۔ سمیع۔ بصیر۔ علیم۔ خبیر۔ قادر و مالک ہونے پر اور دیگر اوصاف کمال پر دال ہے۔ احد صفات سلبیہ پر دلالت کرتا ہے۔ کس لیئے کہ احدیت سے مُراد اس کی ذات کا منفرد اور تمام قسم کی ترکیبات سے منزّہ ہونا ہے اور جب احدیت ہے تو وہ مکان اور جسم سے بھی پاک ہے۔ کیونکہ مکان یعنی جگہ مجسّم شے کے لیئے ہوتا ہے اور جو چیز مجسم ہے ضرور مرکب ہے۔ اس کے اجزا لایتجزیٰ ہوں یا ہیولیٰ و صورت ہوں۔ اور ترکیب منافی احدیت ہے۔ اور جب وہ نہ جسمانی ہے نہ مکانی تو جمیع عوارض مکان و جسم بلکہ زمانہ سے بھی پاک ہے۔ پھر یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ فلاں شخص میں گھس آیا۔ فلاں شخص خدا کی ذات میں داخل ہو گیا۔ محض لغو ہے۔ جب وہ مجسم نہیں تو شکل و صورت سے بھی پاک ہے اور محسوس بھی نہیں۔ اور لفظ احد اسکی یکتائی و استقلال کی صفات پر بھی دلالت کر رہا ہے

مفسرین نے لفظ صمد کے علیحدہ علیحدہ معنی اختیار کیئے ہیں

(۱) یہ کہ وہ جمیع اشیاء کا جاننے والا ہے۔ کیونکہ حاجت روائی کرنا بغیر اس کے ممکن نہیں (۲) ابن مسعودؓ کا قول یہ ہے کہ اس کے معنی اعلےٰ سردار کے ہیں۔ وہ سردار جن کی طرف حاجتوں اور ضرورتوں کے وقت قصد کیا جائے (۳) اصمؓ کہتے ہیں کہ صمد جمیع اشیاء کے خالق کو کہتے ہیں (۴) سدیؓ کہتے ہیں کہ صمد اس کو کہتے ہیں کہ جو ہر کام میں مقصود اصلی ہو اور اس کی طرف فریاد لے جاتے ہوں (۵) حسین بن فضلؓ کہتے ہیں کہ صمد وہ ہے جو چاہے کرے (۶) صمد فرد کامل اور بزرگ کو کہتے ہیں۔ یہ سب قول اوّل لغوی معنی (قصد و ارادہ کرنا) کی تائید کرتے ہیں اور وہ سب صفات ثبوتیہ پر دلالت کرتے ہیں۔ چند اقوال اور بھی ہیں جو دوسرے لغوی معنی (ٹھوس قوی اور مستقل) کی تائید کرتے ہیں۔ اور وہ سب صفات سلبیہ پر دلالت کرتے ہیں۔

(۱) صمد بے نیاز کہ جس کو کسی بات میں حاجت نہ ہو (۲) صمد وہ کہ جس کے اوپر کوئی بالادست نہو (قتادہؓ کہتے ہیں صمد وہ جو نہ کھائے نہ پیئے۔ (۴) صمد وہ جو خلق کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہے۔ فنا نہ ہو جاوے۔ (۵) حسن بصریؒ کہتے ہیں صمد وہ کہ جس کو زوال نہ ہو۔ جیسا تھا ہمیشہ ویسا ہی رہے (۶) ابی بن کعبؓ کہتے ہیں۔ صمد وہ جو نہ کبھی مرے نہ کوئی اس کا وارث بنے۔ صمد بے عیب کو کہتے ہیں۔ صمد وہ جس پر کوئی آفت نہ آسکے۔ صمد وہ جو اپنے جمیع صفات اور افعال میں کامل ہو۔ صمد وہ جو غالب رہے مغلوب نہ ہو۔ صمد وہ جو سب سے بے پرواہ اور بے نیاز ہو۔ صمد وہ جو کسی کو نظر نہ آسکے۔ بعض حضرات نے صمد کے معنی ٹھوس کے کئے ہیں۔ یعنی اس پر کوئی تغیر

(باقی صہ ۱۲)



جناب مولانا عبدالوہاب صاحب (ملتان)

اسلام دُنیا میں ایک ایسا مکمل نظام ہے۔ جس میں انسان کے لئے مہد سے لے کر لحد تک زندگی کے ہر شعبہ میں ایسی ہدایات اور ایسے اصول و قواعد محفوظ ہیں کہ اگر دیانت داری اور پابندی سے ان اصول و قواعد کو اپنی زندگی کا جُز بنالے تو یقیناً وہ ایک ایسا انسان بن جائے گا جو زندگی پریشانیوں سے پاک مصائب و آلام سے محفوظ اور جس کا کیریکٹر فرشتوں سے بلند ہوگا۔ بشرطیکہ اکثریت ان اصولوں کو اپنالے، ورنہ وما کان اکثرھم مؤمنین کے اصول کے مطابق تباہی اور پریشان حالی لازمی نتیجہ ہے۔ یہ اس لئے کہ اسلام کا نظام ایک فطری نظام ہے جس کی مثال یوں سمجھئے کہ انسان اگر مناسب کھانا کھائے۔ تو صحت اچھی، اگر کم کھائے تو کمزور۔ زیادہ کھائے تو بدہضمی، خراب کھائے تو بیمار۔ زہریلا کھائے تو موت لازمی نتیجہ ہے۔ بعینہٖ اسلامی اصول بھی، خواہ وہ انفرادی زندگی سے وابستہ ہوں یا اجتماعی زندگی سے ٹھیک اسی طرح لازمی نتیجہ مرتب کرتے ہیں۔ چونکہ اسلام صرف چند عقائد ہی کا نام نہیں، جیسا کہ آج کل عام طور سے سمجھا جاتا ہے۔

آج ہر شخص کو ایک سوال درپیش ہے۔ اور وہ یہ کہ "معلوم نہیں اطمینان کیوں نہیں ملتا" ۔ پریشانی کب ختم ہوگی؟ ہم بلا تردد سو فی صدی یقین کے ساتھ اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ "اطمینان اس لئے نہیں ملتا۔ کہ ہم لوگوں نے فطری اصولوں یعنی اسلامی ہدایات کو نہ سمجھا۔ نہ اپنایا۔ اور پریشانی صرف اس وقت ہی ختم ہوگی۔ جب کہ ہم لوگ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ان اصولوں کو صرف عقیدۃً ہی نہیں۔ بلکہ عملاً بھی جزوِ زندگی بنا لیں گے۔ ہم تفصیل میں جائے بغیر کہہ سکتے ہیں کہ آج مسلمانوں میں امارت اور ملازمت زیادہ تر خود حاصل کی جاتی ہے۔ انہیں سونپی نہیں جاتی۔ گو بظاہر جمہوری طور طریقے ہی کیوں نہ استعمال کئے جاتے ہوں۔ کہنے اور بتلانے کی ضرورت نہیں آج جس طرح بھی انتخاب کیا جاتا ہے۔ یا جس طرح بھی ملازمت پر قبضہ جمانے کے لئے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ وہ یقیناً انسانی زندگی کو تباہی اور پریشانی کے قریب اور اسلامی نظام سے دُور کرتا چلا جارہا ہے۔

واقعتہً اگر آپ لوگ صحیح معنوں میں پُرسکون اور نتیجہ خیز انسانی زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ تو پھر آپ کو انسانیت کے محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ اصولوں کو اپنانا ہوگا۔ جگہ کی قلت کے پیشِ نظر یہاں ہم تفصیل میں نہیں جاسکتے۔ البتہ کچھ رموز ہیں جن کو ہم آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ آپ براہِ کرم اپنے ضمیر سے اس کا حل تلاش کریں۔ اور اپنے عمل سے ثبوت دیں۔ اس لئے کہ آپ مسلمان ہیں۔ اور مسلمان بہرحال اسلامی حقائق میں سے کسی حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کرسکتا۔ اس کو بہر صورت قرآنی تعلیم کے اس اعلان میں کہ :-

"عالمِ کائنات میں ہمارا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ کوئی قوم کیوں نہ ہو جب وہ پستی اور ذلت کے گڑھے میں گر جاتی ہے۔ تو وہ اس وقت تک بامِ عروج سے ہمکنار نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ وہ اپنی جان اور وجود سے وابستہ امور میں صحیح عملی تبدیلی نہ پیدا کرلے"۔

سورۃ رعد کی گیارھویں آیت میں اسی حقیقت کو آشکارا کیا گیا ہے۔ غور کرنا آپ کا کام ہے اسی طرح ایک مسلمان اُس دُوسری حقیقت سے بھی انکار نہیں کرسکتا جس کو قرآن پاک نے بطور نتیجہ کے اس طرح بیان کیا ہے کہ "اگر یہ آبادیوں میں بسنے والے لوگ صحیح معنوں میں ایماندار اور خدا ترس انسان بن جائیں تو یقیناً ان کے لئے آسمان و زمین کی کتنی ہی آسائش کی راہیں کھول دی جائیں۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ ان لوگوں نے ایمانداری اور خدا ترسی کو پس پشت ڈال کر بدعملی کا مظاہرہ کیا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں کو تباہی اور بدحالی کا منہ دیکھنا پڑا"۔

سورہ اعراف آیۃ ۹۶) قرآن پاک گویا بزبانِ حال انسانوں سے مخاطب ہوکر کہتا ہے کہ "اگر تم لوگ اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے پیغمبر برحق کی آواز پر کان نہیں دھرتے تو تم سے پہلے جو قوم یہود بامِ عروج سے ہمکنار ہوچکا ہے اسی کی تاریخ الٹ کر دیکھ لو کہ آخر وہ صفحہ ہستی سے کیوں مٹتی چلی جارہی ہے اور کیوں وہ آسائش کی برکات سے یکسر محروم کردی گئی ہے جب تم ان کی تاریخ کی ورق گردانی کروگے تو یقیناً ان کی پستی اور تباہ حالی کے اسباب یہی ملیں گے کہ ان لوگوں نے اپنے ماتحتوں پر بیواؤں یتیموں اور کمزوروں پر ظلم کئے۔ یعنی ملازموں نے رشوتیں لیں، افسروں نے ناجائز فیصلے کئے۔ دوکانداروں نے واقف کاروں کے ساتھ مل کر چور بازاری کی مالکوں نے مزدوروں سے خون پسینہ ایک کرایا جھوٹے دستخط لئے جھوٹ بلوایا لیکن مزدوری پھر بھی پوری نہ دی غریب پڑوسی کا زوردار پڑوسی نے وہ حال کیا کہ الامان والحفیظ! ان لوگوں نے خدا کی بتائی ہوئی ہدایات سے یکسر منہ موڑلیا۔ ان لوگوں نے سودی معاملہ کو باوجود منع کرنے کے بھی داخل زندگی کرلیا۔ اسی طرح اور بھی لوٹ مار کے کئی طریقے جن سے کہ وہ روکے گئے تھے ایجاد کرلئے۔ جن سب کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ کتنی ہی ضروری اور دل پسند عُمدہ عُمدہ چیزیں جن کو وہ لوگ پہلے سے آزادانہ طور پر استعمال کرتے چلے آرہے تھے ان سے یکسر چھین لی گئیں۔ سورۃ نساء آیت ۱۶۰ میں غور کرنے سے آپ کو ان حقائق کا پتہ لگ سکتا ہے۔

قرآنی حقائق کی روشنی میں ہم بلا تردد یہ کہہ سکتے ہیں کہ جن اسباب کی بنا پر اسرائیلی قوم پستی کا شکار ہوئی ہے۔ انہی اسباب کی بنا پر آج مسلمان قوم بھی پستی کا شکار ہوسکتی ہے۔ یا یوں کہیئے کہ ہورہی ہے۔ بقول اقبال ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اس کے بعد ہم آپ کے سامنے امارت اور ملازمت کے سلسلے میں مختلف قسم کے اقتباسات پیش کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ بغور مطالعہ کرنے کے بعد عملی زندگی کے نئے باب کا افتتاح کریں گے۔ سُنیئے :۔

امارت اور ملازمت

کے سلسلے میں سب سے پہلے اسلامی تعلیم یہ ہے کہ ہر مسلمان کا یہ فرض ہے۔ کہ قومی امانت کو مالِ غنیمت سمجھ کر خود قابض ہونے کی کوشش نہ کرے بلکہ بجا طور پر جو اس امانت کے حقدار ہیں ان کو تلاش کرکے ان کے سپرد کردی جائے۔ اور دوسرا فرض یہ ہے کہ تمہارا جو کام اور جو فیصلہ وجود میں آئے وہ میزانِ عدل و انصاف میں پورا اُترے۔ ایسا نہ ہو کہ جانبداری کی وجہ سے انصاف ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ کتنی اچھی نصیحتیں ہیں کاش کہ آپ لوگ عمل کریں (سورۃ نساء آیت ۵۸)

(۱) اسی سلسلہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا۔ کہ وہ انسان جو قاضی (مجسٹریٹ) یا ڈگری دینے والا افسر مقرر ہو جاتا ہے اس کو یوں سمجھئے کہ وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا ہے۔ یعنی یہ عہدہ بڑا خطرناک ہے۔ واللہ اعلم (ابن ماجہ ص۱۶۸)

(۲) ایک مرتبہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص خود طلب کر کے عہدہ حاصل کرتا ہے۔ تائید خداوندی اُسے حاصل نہیں ہوتی۔ اور جس انسان کو عہدہ کے لئے بجبر مجبور کیا گیا اس کی تائید کے لئے ایک فرشتہ بھی ساتھ کر دیا جاتا ہے۔ جو فیصلے دیتے وقت درستی کے لئے تعاون کرتا رہتا ہے۔ (ابن ماجہ ص۱۶۸)

(۳) اسی طرح ایک آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ ان عہدہ داروں کا قیامت کے روز یہ حشر ہو گا۔ کہ ان لوگوں کی گدّی پکڑ کر فرشتہ آسمان کی جانب اُٹھا لے گا۔ پھر اگر فرشتہ کو حکم ملا کہ اس کو ڈال دے تو وہ اس کو وہیں سے جہنم کی اس گہرائی میں جو چالیس سال میں ختم ہو گی۔ پھینک دے گا (ابن ماجہ ص۱۶۸)

(۴) اسی طرح ایک مرتبہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ خدا کی لعنت ہے۔ رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے انسان پر!

(ابن ماجہ ص۱۶۸)

(۵) ایک مرتبہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ تم سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر محافظ اور نگران ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی نگرانی میں دئیے ہوئے لوگوں کے بارے میں خدا کے یہاں بازپرس ہو گی۔ امام وقت (صدر) سے اس کی رعایا کے متعلق، گھر کے نگران سے اہل کُنبہ کے متعلق اور بیوی سے خاوند اور خانہ داری کے متعلق خادم سے مالک کے مال کے متعلق پوچھ گچھ ہو گی۔ (ترغیب ص۷۶ جلد۲)

(۶) ایک مرتبہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ افسر تین قسم کے ہوتے ہیں۔ جن میں سے ایک قسم کے افسر تو جنت میں جائیں گے اور دو قسم کے جہنم میں! جنت میں وہ افسر اور حاکم جائے گا۔ جو حق معلوم کر کے حق ہی فیصلہ دے گا۔ اور جہنم میں وہ افسر جائے گا جو حق معلوم کر کے ناحق فیصلہ دے گا اور اسی طرح وہ حاکم بھی جہنم میں جائے گا جس کو حق کا پتہ نہ چلے اور پھر بھی فیصلہ سُنا دے۔

(ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ بحوالہ ترغیب ص۷۶ جلد۲)

(۷) ایک مرتبہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے روز عہدیداروں پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ ان میں عادل حکمران بھی یہ آرزو کریں گے۔ کہ کاش ہمیں سے دو انسانوں میں ایک چھوہارے جتنا معمولی جھگڑے کا بھی کوئی فیصلہ نہ دیا ہوتا!

(احمد و ابن حبان بحوالہ ترغیب ص۷۷ جلد۲)

(۸) ایک مرتبہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ عدل و انصاف کرنے والے امام (حاکم وقت) کی ایک گھڑی دوسرے لوگوں کی ایسی ساٹھ سال کی عبادت سے جن میں راتوں کو عبادت کی ہو اور دن میں روزے رکھے ہوں۔ بہتر ہے اسی طرح جس گھڑی میں کسی فیصلہ میں ناانصافی کی ہو۔ اس کی وہ گھڑی دوسروں کے ساٹھ سال کے گناہوں سے زیادہ سخت اور زیادہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے (الاصبہانی)

(۹) ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا۔ تین قسم کے لوگوں کو زیادہ سخت عذاب ہو گا۔ ایک تو کسی نبی کے قتل کرنے والوں کو۔ دوسرے جس کو کسی نبی نے قتل کیا ہو تیسرے ناحق فیصلہ دینے والے افسروں کو! (طبرانی بزار بحوالہ ترغیب و ترہیب ص۷۹ جلد۲)

(۱۰) ایک مرتبہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ باری تعالیٰ چار قسم کے لوگوں سے بُغض رکھتے ہیں ایک تو زیادہ قسمیں کھا کھا کر سودا بیچنے والے سے دوسرے تکبر کرنے والے نوجوان سے۔ تیسرے بڑھاپے میں زنا کرنے والے سے، چوتھے ناحق حکم نافذ کرنے والے حاکم سے!

(نسائی و ابن حبان بحوالہ ترغیب ص۷۹)

(۱۱) اسی طرح ایک مرتبہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اے لوگو! سُن لو! ناحق حکم نافذ کرنے والے حاکم کی نماز کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے (حاکم بحوالہ ترغیب ص۷۹ جلد۲)

(۱۲) ایک مرتبہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کا کلمۂ شہادت اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ جن سے ایک ناانصافی کرنے والا حاکم بھی ہے (طبرانی بحوالہ ترغیب ص۸۰ جلد۲)

(۱۳) ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ جہنم میں ایک وادی ہے۔ اور اس وادی میں ایک کنواں ہے جس کا نام ہبہب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اُوپر لازم کر لیا ہے۔ کہ اس کنوئیں میں ہر جبر کرنے والے اور عناد رکھنے والے انسان کو رکھے گا (رواہ ابویعلی طبرانی حاکم بحوالہ ترغیب ص۸۱ جلد۲)

(۱۴) ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا جو انسان بھی میری اُمت کا کسی سلسلہ میں حاکم اور والی بنا اور پھر اس نے اپنی جان کی طرح ان کی جان کی حفاظت نہیں کی۔ تو وہ والی جنت کی خوشبو بھی نہ سُونگھ سکے گا۔ (رواہ الطبرانی بحوالہ ترغیب ص۸۲ جلد۲)

(۱۵) ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ جو انسان والی بن کر مسکین کے لئے، مظلوم کے لئے حاجت مند کے لئے اپنا دروازہ بند رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا دروازہ اس والی کے لئے اس کی حاجت اور سخت محتاجی کے وقت بند رکھے گا۔ (رواہ احمد)

(۱۶) ایک مرتبہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جس انسان نے کسی شخص کو محض اپنی ذاتی محبت کی وجہ سے مسلمانوں پر افسر لگا دیا۔ اس پر خدا کی لعنت۔ نہ اس کی فرض عبادت منظور۔ نہ اس کی نفل عبادت منظور۔ باری تعالیٰ اس کو تو جہنم ہی میں داخل کرے گا۔

(۱۷) ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔

(طبرانی بحوالہ ترغیب ص۸۳ جلد۲)

(۱۸) ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا۔ رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے پر اور ساتھ میں جو اُن دونوں کے مابین معاملہ چکانے والا ہو۔ اس پر خدا کی لعنت ہو۔ (رواہ احمد بحوالہ ترغیب ص۸۳ جلد۲)

(۱۹) ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ مظلوم کی پکار سے بچنا۔ وہ آسمان کی طرف مثل شرارہ کے بن کر چڑھتی ہے۔ (رواہ الحاکم)

(۲۰) ایک مرتبہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جس انسان نے کسی کے ساتھ ناجائز تعاون کیا۔ تاکہ کسی کا حق مارا جائے۔ تو ایسے انسان سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ اور اس کے رسول پاکؐ کا ذمہ ختم ہو جاتا ہے۔

(رواہ طبرانی والاصبہانی ترغیب ص۸۹ جلد۲)

(۲۱) ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا۔ جو انسان ناحق انسان کے تعاون کے لئے علم ہونے کے باوجود جاتا ہے۔ تو وہ شخص اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ (الطبرانی ترغیب ص۸۹ جلد۲)

(۲۲) ایک مرتبہ آپؐ نے ایک عہدیدار ملازم کو زکوٰۃ و خیرات وصول کرنے کے لئے بستیوں میں بھیجا۔ جب وہ شخص واپس آیا تو کہنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! زکوٰۃ میں جو کچھ وصول ہوا ہے۔ وہ تو وہ ہے۔ اور زکوٰۃ کے علاوہ انہوں نے جو مجھے ہدیہ اور تحفتہً دیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ اس پر آپؐ نے اس شخص کو فرمایا کہ ذرا عہدہ چھوڑ کر اپنے گھر میں جا کر بیٹھ۔ پھر دیکھتے ہیں۔ کون تمہارے پاس ہدیہ لے کر آتا ہے۔ تاکہ تمہاری سچائی معلوم ہو سکے۔ اس کے بعد آپؐ نے ایک خطبہ عام دیا۔ جس میں حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ:-

"میں ایک انسان کو کسی کام کے لئے ملازم رکھتا ہوں۔ تو وہ اپنے کام سے واپس آ کر کہتا ہے کہ فلاں مال تو تمہارا ہے۔ اور فلاں مجھے تحفہ اور ہدیہ میں ملا ہے۔ ذرا وہ شخص اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھ کر دکھائے۔ کہ وہ اپنے دعوے میں کتنا سچا ہے۔ دیکھتے ہیں کہ کون اس کے پاس ہدیہ دیا تحفہ لے کر آتا ہے۔ خدا کی قسم، تم میں سے جو شخص ناحق کوئی چیز حاصل کرے گا۔ قیامت کے روز وہ اپنے اُوپر لاد کر خدا کے حضور پیش ہو گا۔ میں ایسے شخص کو پہچانتا ہوں کہ قیامت کے دن جس کی گردن پر اونٹ لدا ہوا بڑبڑا رہا

ہوگا۔ یا جس کی گردن پر گائے "بھیں بھیں" کر رہی ہوگی۔ یا بکری جس کی گردن پر "بیں بیں" کر رہی ہوگی" — پھر آپؐ نے دونوں ہاتھ بلند کر کے فرمایا کہ "اے اللہ، میں تیرا حکم پہنچا چکا جس کو میری آنکھ نے دیکھا۔ اور میرے کان نے سنا"

(مسلم ص۱۲۳ جلد ۲)

۲۳ - ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے روز، ہر دھوکہ دینے والے شخص کی پُشت پر جھنڈا لگا دیا جائے گا۔ تاکہ اسے دیکھ کر ہر کوئی اسے پہچان لے (مسلم شریف ص۸۳ جلد ۲)

(۲۴) ایک مرتبہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ بہترین پیشوا تمہارے لئے وہ ہوں گے جن سے تم کو محبت ہو۔ اور جو تم سے محبت کریں۔ اور تمہارے لئے دعا کریں۔ اور جن کے لئے تم دُعا کرو۔ اور تمہارے لئے بدترین پیشوا وہ لوگ ہونگے جن سے تم کو بغض ہوگا۔ اور جو تم سے بغض رکھتے ہوں۔ اور جن پر تم لعنت بھیجو۔ اور جو تم پر لعنت بھیجیں۔ اس پر کسی صاحب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ایسے پیشواؤں کے مقابلہ میں تلوار لے کر اعلانِ جنگ نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا۔ نہیں ایسا نہ کرنا جب تک وہ لوگ تم میں نماز ادا کرتے رہیں۔ اور جب تم لوگ اپنے حکمران کے بارے میں ایسی چیز محسوس کرو جس کو تم لوگ ناپسند کرتے ہو تو اس کے اس عمل کو بُرا سمجھنا لیکن اس کی اطاعت سے ہاتھ مت کھینچنا۔

(مسلم شریف ص۱۲۹ جلد ۲)

(۲۵) ایک مرتبہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ جہاد تمہارے اُوپر واجب ہے۔ ہر امیر کی معیت میں۔ خواہ وہ امیر نیک ہو یا فاجر و بے دین اور نماز واجب ہے۔ ہر مسلمان کے پیچھے خواہ وہ مسلمان نیک ہو یا گنہگار و فاجر۔ اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہی ہو۔ دیکھنا! نماز واجب ہے۔ ہر مسلمان جنازہ پر چاہے وہ نیک ہو یا فاجر، بے دین۔ اگرچہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو۔ (ابوداؤد ص۳۴۳)

(۲۶) ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا۔ ایمان کی بنیادی چیزوں میں سے یہ تین چیزیں بھی ہیں

(۱) جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہتا ہو۔ اُس کی عزت پر حملہ کرنے سے اپنی زبان اور اپنے ہاتھ کو روکے رکھنا اُسے کسی گناہ کی وجہ سے کافر مت بنانا۔ اُسے کسی عمل کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج مت کرنا

(۲) میری اُمت میں جہاد میری بعثت سے لے کر آخر زمانے میں دجّال سے جنگ کرنے تک جاری رہے گا۔ اس کو نہ ظالم کا ظلم روک سکتا ہے۔ نہ عادل کا عدل۔

(۳) تقدیر پر ایمان لانا (ابوداؤد ص۳۴۳)

(۲۷) ایک مرتبہ آپؐ نے ایک صحابی کو فرمایا کہ دیکھنا۔ اگر تم حاکم یا منشی یا چودھری و نمبردار نہ ہوگے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

(ابوداؤد ص۳۴۳)

(۲۸) ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ چودھری اور نمبردار جہنم میں ہوں گے۔

(ابوداؤد ص۴۰۸)

(۲۹) ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا (ناجائز) ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (ابوداؤد ص۴۰۸)

(۳۰) ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ جب تمہارے حکمران اچھے لوگ ہوں۔ اور تمہارے مالدار سخی ہوں۔ اور تمہارے کام باہمی مشورے سے طے پاتے ہوں تو زمین کی پُشت تمہارے لئے بہتر ہوگی۔ اس کے پیٹ سے (یعنی میل رکھنا یا زندہ رہنا بہتر ہوگا) اور جب تمہارے حکمران لوگ خراب ہوں اور مالدار لوگ بخیل ہوں۔ اور تمہارے کام عورتوں کے ہاتھ میں چلے جائیں۔ پھر تمہارے لئے زمین کا پیٹ بہتر ہوگا۔ اس کی پشت سے (یعنی کنارہ کشی اور موت بہتر ہے) مشکٰوۃ ص۴۵۹

ہمارا کام آگاہ کرنا تھا، وہ ہم نے کر دیا سمجھنا اور عمل کرنا آپ کا کام ہے۔ اس کو آپ انجام دیں سمجھنے میں بہت بڑی غلطی ہوگی۔ اگر پبلک سے متعلق کسی محکمہ کے ملازم یا کلرک نے اپنے کو مذکورہ بالا ہدایات سے مستثنیٰ قرار دیا۔ کیونکہ اسلام کی اصطلاح میں امیر اور سردار نگران اور محافظ ہر اُس شخص پر استعمال ہوتا ہے جس کے ذمہ کسی دوسرے کی دیکھ بھال اور نگرانی مقرر کر دی گئی ہو!

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ!

بقیہ سورہ اخلاص (صفحہ ۹ سے آگے)

نہیں آتا اور وہ اپنی ذات میں قوی اور مستقل ہے۔ وہ واجب الوجود ہے۔ شروع ہی سے ہے۔ وہ ہمیشہ رہے گا۔ وہی سردار آقا اور شاہنشاہ ہے۔

لَمْ يَلِدْ۔ اس نے کسی کو نہیں جنا۔ یعنی وہ کسی کا باپ نہیں۔ کیونکہ بیٹا باپ کے مثل ہوتا ہے وہ اپنا مثل بنانے سے پاک ہے۔ اور نہ وہ جورو رکھتا ہے۔ جس سے کسی کو جنائے اور وہ خواہش نفسانی سے پاک ہے۔ کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس کی جانشینی کا حق ادا نہیں کر سکتی۔

وَلَمْ يُوْلَدْ اور وہ کسی سے پیدا بھی نہیں ہوا کوئی اس کا باپ نہیں۔ یعنی حادث نہیں۔ قدیم ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ اس پر کوئی وقت نیست کا گذرا ہو۔ اس کا باپ بھی کوئی نہیں جو اس سے بالاتر ہو

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ وہ اس سے بھی پاک ہے کہ اس کا کوئی مثل ہمسر اور کنبہ و قبیلہ ہو اس کی کسی بات میں کوئی مساوی نہیں۔ نہ ذات میں نہ وجود میں۔ اس لئے کہ اس کا وجود ذاتی ہے۔ برخلاف مخلوق کے کہ ان کا وجود اسکی طرف سے آیا ہے نہ اس کے علم میں کسی کو ہمسری ہے کیونکہ اس کا علم بھی ذاتی ہے اسکی ذات منشاءِ علم ہے۔ نہ اس کی قدرت میں کسی کو مساوات ہے۔ کیونکہ اس کی قدرت ذاتی ہے اور کسی کو جو قدرت ملی ہے۔ اول تو محدود ہے۔ دوم اسی کی طرف سے ہے نہ اس کے کوئی برابر ہے۔ جو اس کا نعم البدل قرار دیا جا سکے۔ (تفسیر حقانی)

وجہ تسمیہ۔ اس سورت کا نام سورۃ اخلاص ہے۔ چونکہ یہ سورت وہ ہے کہ جس میں اللہ پاک نے اپنی خالص توحید بیان فرمائی ہے اور اس سورۃ کے نزول سے انسان کو دوسرے معبودوں اور باطل و غلط اعتقادات سے پاک و صاف کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام سورۃ اخلاص رکھا گیا ہے۔

جناب محمد شفیع علاء الدین صاحب

صراط مستقیم

(۱)

ہر عقلمند انسان کی یہ تمنا ہونی چاہیئے کہ وہ سیدھے راستے پر چلے۔ جس سے چار روزہ زندگی امن و عافیت سے گذر جائے۔ اور آئندہ آنے والی زندگی میں اسے رضائے حق تعالیٰ اور جنت کا ٹھکانا نصیب ہو۔

مقامات از دو بیروں نیست فردا
بہشت جاودانی یا جہنم
(سعدی از قصائد)

سیدھا راستہ وہی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا تجویز کیا ہوا ہو۔ جو راستہ قرآن کریم اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو وہ ہرگز سیدھا راستہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ ٹیڑھا راستہ ہے اور ٹیڑھا راستہ جہنم کا راستہ ہے

ہماری دعا

ہم نماز کی ہر رکعت میں سیدھے راستے کیلئے اللہ تعالےٰ سے درخواست کرتے ہیں اور ساتھ یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ ہمیں ٹیڑھے راستہ سے بچا۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ؈

(الحمد آیت ۵-۷) ترجمہ۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ جن پر نہ تیرا غضب ہوا۔ اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔

تفسیر ابن کثیرؒ میں ہے۔

(۱) صراط مستقیم سے مراد واضح اور صاف راستہ ہے۔ جو کہیں سے ٹیڑھا نہ ہو۔

(۲) اس سے مقصود اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ کی تابعداری ہے۔

(۳) صراط مستقیم قرآن کریم ہے۔

(۴) صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے۔

(۵) مسند احمد کی ایک حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مثال صراط مستقیم کی بیان کی کہ اس کے دونوں طرف دیواریں ہیں۔ ان میں کئی ایک کھلے ہوئے دروازے ہیں اور دروازوں پر پردے لٹک رہے ہیں۔ صراط مستقیم کے دروازے پر ایک پکارنے والا مقرر ہے جو کہتا ہے۔ کہ اے لوگو! تم سب کے سب اس سیدھی راہ پر چلے جاؤ۔ ادھر اُدھر کی ٹیڑھی ترچھی راہوں پر نہ لگو۔ ایک پکارنے والا اس راستے کے اوپر ہے جب کوئی شخص ان دروازوں سے کسی کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے خبردار اسے نہ کھولنا اگر کھولا تو اس راہ لگ جائے گا اور صراط مستقیم سے ہٹ جائے گا۔ پس صراط مستقیم تو اسلام ہے اور دیواریں اللہ کی حدیں ہیں اور کھلے ہوئے دروازے اللہ تعالےٰ کی حرام کردہ چیزیں ہیں اور دروازے پر پکارنے والا قرآن کریم ہے اور راستے کے اوپر سے پکارنے والا وہ کھٹکا ہے جو ہر ایماندار کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور واعظ ہوتا ہے

(۶) بقول حضرت مجاہدؒ اس سے مراد حق ہے

(۷) حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔ صراط مستقیم وہ ہے۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چھوڑا۔

انعام یافتہ حضرات نبیؑ۔ صدیق۔ شہید اور صالحین ہیں۔ بقول حضرت عبدالرحمٰنؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام ہیں۔

جن پر انعام ہوا۔ وہ ہدایت اور استقامت والے تھے۔ خدا و رسولؐ کے اطاعت گزار تھے۔ اس کے حکموں پر عمل کرنے والے اور منع کئے ہوئے کاموں سے رکنے والے تھے۔

(مغضوب اور ضالین) اُن کی راہ سے بچا جن پر غضب اور غصہ کیا گیا۔ جن کے ارادے فاسد ہو گئے۔ حق کو جان کر پھر اس سے ہٹ گئے اور گم گشتہ راہ لوگوں کے طریقے سے بھی بچا لے۔ جو سرے سے علم نہیں رکھتے۔ مارے مارے پھرتے ہیں۔ راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ حیران و سرگردان ہیں۔ راہ حق کی طرف رہنمائی نہیں کئے جاتے۔"

(ابن کثیرؒ)

اسلام

یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ اسلام ہی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (البقرہ آیت ۲۱۳)

ترجمہ۔ سب لوگ ایک دین پر تھے۔ پھر اللہ نے انبیاء خوشخبری دینے والے اور ڈرانیوالے بھیجے۔ اور ان کے ساتھ سچی کتابیں نازل کیں۔ تاکہ لوگوں میں اس بات میں فیصلہ کرے جس میں اختلاف کرتے تھے اور اس میں اختلاف نہیں کیا۔ مگر انہیں لوگوں نے جنہیں وہ (کتاب) دی گئی تھی۔ اور اس کے بعد کہ ان کے پاس روشن دلیلیں آ چکی تھیں آپس کی ضد کی وجہ سے۔ پھر اللہ نے اپنے حکم سے ہدایت کی ان کو جو ایمان لانے والے ہیں۔ اس حق بات کی جس میں وہ اختلاف کر رہے تھے اور اللہ جسے چاہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے

حاشیہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ

"حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ایک ہی سچا دین رہا۔ ایک مدت تک اس کے بعد دین میں لوگوں نے اختلاف ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کو بھیجا جو اہل ایمان وطاعت کو ثواب کی بشارت دیتے تھے اور اہل کفر و معصیت کو عذاب سے ڈراتے تھے ان کے ساتھ سچی کتاب بھی بھیجی تاکہ لوگوں کا اختلاف اور نزاع دور ہو اور دین حق ان کے اختلافات سے محفوظ اور قائم رہے اور احکام الٰہی میں اُنہی لوگوں نے اختلاف ڈالا جن کو وہ کتاب ملی تھی۔ جیسے یہود و نصاریٰ توریت و انجیل میں اختلاف و تحریف کرتے تھے اور یہ نزاع بے سمجھی سے نہیں کرتے تھے۔ بلکہ خوب سمجھ کر محض حب دنیا اور ضد اور حسد سے ایسا کرتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اہل ایمان کو طریقہ حق کی ہدایت فرمائی اور گمراہیوں کے اختلافات سے بچا لیا جیسے آپ کی اُمت کو ہر عقیدہ اور ہر عمل میں امر حق کی تعلیم فرمائی اور یہود و نصاریٰ کے اختلاف اور افراط و تفریط سے ان کو محفوظ رکھا۔

فائدہ۔ اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ اللہ نے جو کتابیں اور نبیؑ سند دے بھیجے۔ تو اس واسطے نہیں کہ ہر ایک فرقہ کو جدا طریقہ بتلایا ہو۔ بلکہ سب کے لئے اللہ نے ایک ہی رستہ مقرر کیا۔ جس وقت اس راہ سے بچ لے تو اللہ نے نبیؑ بھیجا اور کتاب اتاری کہ اس کے موافق چلیں۔ اس کے بعد پھر بہکے تو دوسرا نبیؑ اور کتاب اللہ پاک نے اُسی

ایک راہ کے قائم کرنے کو بھیجا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے تندرستی ایک ہے اور بیماریاں بے شمار۔ جب ایک مرض پیدا ہو تو اس کے موافق دوا اور پرہیز فرمایا جب دوسرا مرض پیدا ہوا تو دوسری دوا۔ اور پرہیز اس کے موافق فرمایا۔ اب آخر میں ایسا طریقہ اور قاعدہ فرما دیا جو سب بیماریوں سے بچائے اور سب کے بدلے کفایت کرے اور وہ طریقہ **اسلام** ہے۔ جس کے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف بھیجے گئے۔ دوسری بات یہ معلوم ہو گئی کہ سنت اللہ یہی جاری ہے کہ بڑے لوگ ہر نبی مبعوث کے خلاف اور ہر کتاب الٰہی میں اختلاف کو پسند کرتے رہے اور اس میں ساعی رہے تو اب اہل ایمان کو کفار کی بدسلوکی اور فساد سے تنگدل نہ ہونا چاہیئے۔

اسلام ہی اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول دین ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ (آل عمران آیت ۱۹) ترجمہ۔ بے شک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی حکمبرداری ہے۔ اور اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ ۚ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ (آل عمران آیت ۸۵) ترجمہ۔ اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

انبیاء علیہم السلام کے متفقہ دین یعنی اسلام کے سوا اور کوئی دین نہ کبھی قبول ہوا اور نہ ہو گا۔
(حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہٗ)

محروم

اب جو دین اسلام کی سعادت سے محروم ہو مسلمانوں کو اس کی باتوں پر کان نہ دھرنا چاہیئے۔ ایک مسلمان سے یہ توقع ہرگز نہیں کی جا سکتی کہ ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف مائل ہو اور ان جیسے افعال اس سے صادر ہوں۔

وَکَیْفَ تَکْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ اٰیٰتُ اللّٰہِ وَفِیْکُمْ رَسُوْلُہٗ ۭ وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (آل عمران آیت ۱۰۱- ع ۱۰) —

ترجمہ۔ اور تم کس طرح کافر ہو گے۔ حالانکہ تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور اس کا رسول تم میں موجود ہے اور جو شخص اللہ کو مضبوط پکڑے گا تو اسے سیدھے راستے کی ہدایت کی جائے گی۔

حاصل کلام صراط مستقیم کے طالب کے لئے احکام اللہ اور احکام الرسول کو مضبوطی سے پکڑنا ہو گا تاکہ گم گشتہ راہ کی گمراہی سے بچ سکے اور سیدھے راستے کی ہدایت پا سکے۔

اہل کتاب سے خطاب

یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ۭ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۝ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (المائدہ آیت ۱۶) —

ترجمہ۔ اے اہل کتاب تحقیق تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو بہت سی چیزیں تم پر ظاہر کرتا ہے جنہیں تم کتاب سے چھپاتے تھے اور بہت سی چیزوں سے درگذر کرتا ہے۔ بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔ اللہ سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے اسے جو اس کی رضا کا تابع ہو اور انہیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انہیں سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔

(حاشیہ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحؒ)

(یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ) یہود و نصاریٰ کو خطاب ہے کہ وہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جن کی آمد کی بشارت تمہاری کتابوں میں اس قدر تحریف ہونے پر بھی کسی نہ کسی عنوان سے موجود ہے تشریف لائے ہیں۔ جن کے منہ میں خدا نے اپنا کلام ڈالا ہے اور جنہوں نے ان حقائق کی تکمیل کی ہے جو حضرت مسیحؑ ناتمام چھوڑ گئے تھے۔ تورات و انجیل کی جن باتوں کو تم چھپاتے تھے اور بدل سدل کر بیان کرتے تھے ان میں کی سب ضروری باتیں اس نبی آخر الزمانؐ نے ظاہر فرما دیں اور جن باتوں کی اب چنداں ضرورت نہ تھی ان سے درگزر کیا۔

(نور) شاید "نور" سے خود نبی کریمؐ اور "کتاب مبین" سے قرآن کریم مراد ہے۔ یعنی یہود اور نصاریٰ جو وحی الٰہی کی روشنی کو ضائع کر کے اہواء و آراء کی تاریکیوں اور باہمی خلاف و شقاق کے گڑھوں میں پڑے دھکے کھا رہے ہیں۔ جن سے نکلنے کا بحالت موجودہ قیامت تک امکان نہیں۔ اُن سے کہدو کہ خدا کی سب سے بڑی روشنی آگئی۔ اگر نجات ابدی کے صحیح راستے پر چلنا چاہتے ہو۔ تو اس روشنی میں حق تعالیٰ کی رضا کے پیچھے چل پڑو سلامتی کی راہیں کھلی پاؤ گے۔ اور اندھیرے سے نکل کر اجالے میں بے کھٹکے چل سکو گے اور جس کی رضا کے تابع ہو کر چل رہے ہو اسی کی دستگیری سے صراط مستقیم بے تکلف طے کر دو گے۔

ایماندار

اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ ایمانداروں کو چاہیئے کہ اس راستہ کو نہ چھوڑیں۔

وَاِنَّ اللّٰہَ لَھَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (الحج آیت ۵۴) — ترجمہ۔ اور بیشک اللہ ایمانداروں کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرنیوالا ہے

جنت

سیدھا راستہ ہی جنت میں لے جائے گا۔

وَاللّٰہُ یَدْعُوْۤا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (یونس آیت ۲۵)

ترجمہ اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام شبیر احمد صاحب عثمانیؒ فرماتے ہیں۔ "دنیا کی زائل و فانی زندگی پر مت ریجھو۔ دارالسلام (جنت) کی طرف آؤ۔ خدا تم کو سلامتی کے گھر کی طرف بلا رہا ہے۔ وہاں تک پہنچنے کا راستہ دکھلا رہا ہے۔ وہ ہی گھر جہاں کے رہنے والے ہر قسم کے رنج و غم۔ پریشانی۔ تکلیف۔ نقصان۔ آفت اور فنا و زوال وغیرہ سے صحیح و سالم رہیں گے فرشتے ان کو سلام کریں گے۔ خود رب العزت کی طرف سے تحفۂ سلام پہنچے گا۔

دارالسلام تک پہنچانے والا سیدھا راستہ یہ بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب سمجھو اس کی عبادت میں لگے رہو

(۱) وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ۭ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ (مریم آیت ۳۶) ترجمہ۔ بیشک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے سو اسی کی عبادت کرو۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔

(۲) اَلَمْ اَعْھَدْ اِلَیْکُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ ۚ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ۭ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ (یٰسٓ آیت ۶۱) ترجمہ۔ اے آدم کی اولاد کیا میں نے تمہیں تاکید نہ کر دی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور یہ کہ میری عبادت کرنا یہ سیدھا راستہ ہے۔

(۳) اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ۭ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ (الزخرف آیت ۶۴) ترجمہ۔ بے شک اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے پس اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے

(۴) قَالَ ھٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ ۝ (الحجر آیت ۴۱) ترجمہ۔ فرمایا۔ یہ راستہ مجھ تک سیدھا ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ یعنی اللہ کی بندگی سیدھی راہ ہے اور اس پر شیطان قابو نہیں رکھتا۔

(۵) اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (ہود آیت ۵۶) — ترجمہ۔ بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے

"یعنی جو سیدھی راہ چلے۔ وہ اس سے ملے" (موضح القرآن)

وہ شخص جو کلمہ گو بھی ہے اور عبادت الٰہی سے جی چراتا ہے۔ نماز پنج گانہ کی حفاظت نہیں کرتا۔ اسے سوچ لینا چاہیئے کہ کون سے راستے

باقی دارد

حسّاس کے قلم سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ بیتی

قرآن مجید پڑھنے سے پہلے ـــــ قرآن مجید پڑھنے کے بعد

قرآن مجید کے علم و معرفت سے بے خبری تھی، تو اپنے آپ کو مسلمان اس لئے سمجھتا تھا، کہ مسلمان ماں باپ کے گھر پیدا ہوا، اور مسلمانوں جیسا نام ہے، اور ذہن میں دھندلا سا خیال تھا، کہ مسلمان بہشت میں جائیں گے۔ اور کافر (دھوتی بودی والے ہندو) دوزخ میں۔ اور کبھی وعظ سُن لیا تو اس سے اتنا ہی جانا کہ مولوی کا کام ہی وعظ کرنا ہے۔ اور ہماری بڑی خوبی یہ ہے کہ کام چھوڑ کر اس مجلس وعظ میں آگئے اور سمجھا کہ ہم بڑے دین دار ہیں (ٹھیک ہیں)

اولیا اللہ کے مزاروں پر جانا، وہاں کی شان و شوکت دیکھتے ہوئے ننگے پاؤں (عمارت کے باہر کے دروازہ سے ہی) اندر داخل ہونا، اور مجاوروں کے ہٹے کٹے" جسم، بوسکی کی قمیضیں، ریشمی کنّی کی لنگیاں، دیکھ کر دل سہم جاتا تھا، پھر ان کے اشارے پر چڑھاوا چڑھانا، سجدہ کرنا، اور جب کسی زائر نے دل کھول کر "نقدی گلہ" میں ڈالی تو مجاور ایسے عقیدتمند کو ایک سبز ململ کی "چُنی" (دوپٹہ) بطور تبرک دیتے۔ بہرحال سجدے ہوتے۔ مرادیں مانگتے، اور چلتے پھرتے مجاورین نے زائرین کو (قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہنا کہ ـــ

"اللہ دے خزانیاں دی کنجیاں دسے مالک
ہتھے ہواسے نیں"

یعنی اللہ نے انہیں اختیار دے رکھا ہے کہ اس کے خزانہ سے جو چاہیں اور جسے چاہیں دے دیں۔ کوئی روک ٹوک نہیں۔

اس کے علاوہ اتنا ہی معلوم تھا کہ فقط "اولیاء اللہ" اتنے ہی ہیں جتنے پہلے ہو گزرے۔ گویا اس وقت زندہ ولی کوئی نہیں۔ اور نہ ہی زندگی میں "ولی"، "ولی" ہوتا ہے۔ بلکہ وفات پا جانے کے بعد "ولی" کو ولایت ملتی ہے اور خدا نے انھیں اپنے اور بندوں کے درمیان وسیلہ بنا دیا ہے۔ لہٰذا جب کسی حاجت کے لئے دعا کرنی ہو تو ان ہی بزرگوں کے مزار پر جا کر کی جاسکتی ہے۔ اور جب کام ہو جائے تو نذر و نیاز بھی مزار پر ہی ادا کی جائے۔

ہمارے محلہ کی ایک عورت ہر جمعرات کو علی الصبح گھر سے مزار تک ننگے پاؤں چل کر جاتی اور اسے نیکی اور عقیدت کا اعلیٰ درجہ تصوّر کرتی۔ گلی محلہ میں اس مرد یا عورت کو بہت نیک، دین دار سمجھا جاتا جو بزرگوں کے مزارات پر باالتزام جاتا۔ چاہے وہ شخص نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کا پابند ہو یا نہ ہو۔ اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں مشاہدہ میں آتی رہتیں۔ اور ان سب کو اسلام سمجھا جاتا، اور کبھی ایسا بھی اتفاق ہوا کہ "دین حقّ" کی آواز کانوں میں پڑی، اور اسے دل نے قبول بھی کیا۔ مگر ایمان کی کمزوری کے باعث خوف دامن گیر ہوا کہ موجودہ عقیدہ (مزارات پر جا کر سجدے کرنا، مرادیں مانگنا وغیرہ) کو بدلنے سے کوئی دنیاوی نقصان نہ ہو جائے، یا کوئی آفت آپڑے۔

بیاہ شادی پر ڈھولک، مہندی، گانا، گھوڑی، آتش بازی، ڈومنیوں (مراسنوں) کے گانے، بھانڈوں کا کھیل"، دکھاوے کے لئے زردہ پلاؤ کی دیگیں، باجہ بڑی دھوم سے ہو۔ ان سب کو اسلام کے منافی نہ سمجھا جاتا، بلکہ جو مسلمان شادی پر یہ رسومات نہ کرے، اُسے لعن طعن کی جاتی کہ یہ "وہابی" ہے، یعنے بے دین ہے۔

مرنے پر بھی تیجا، ساتواں، چالیسواں، "نان خرگینہ" تقسیم کرنا اور بہ ر فی پارہ کے حساب سے قرآن ختم کرانا اسقاط کرانا، یعنی قرآن بخشوانا، جس سے تمام عمر کی نمازیں روزے، حج، زکوٰۃ وغیرہ کا حساب بے باق ہوتا ہے۔

عقائد کی درستی، جسم کی پاکیزگی، لباس، داڑھی، غرضیکہ اسلامی تہذیب و تمدن کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا کہ یہ باتیں بھی اسلام میں ضروری ہیں۔

توحید کیا ہے، شرک کسے کہتے ہیں؟ احساس ہی نہ تھا، بدعت بھی کوئی بُری چیز ہے، کبھی خیال ہی نہ کیا تھا، سب سے زیادہ محبت رسولؐ کا ثبوت "مولود شریف" کی مجلس کرانا تھا، "عرس شریف" میں چندہ دینا، "بندھارا" کھانا ثواب کے کام تھے۔

مولود شریف (رائج)

میرے ایک قریبی رشتہ دار کے ہاں مولود شریف کی مجلس تھی، مجھے بھی دعوت دی گئی۔

بیوی خاوند سے:۔ "مولود کی مجلس کرانی ہے تو دل کھول کر خرچ کیا جائے، نیکی کے کام میں خرچ کرنا ہی چاہیئے۔ اور سفارش یہ کی کہ مزنگ والے دو بھائی جو نعت خواں ہیں، انھیں ضرور بلائیے۔ وہ نہ آئے تو پھر کیا مزا"

مولود شریف کی مجلس قائم ہوئی

سفید چاندنی، مختلف موسمی پھل طشتریوں میں لگے ہوئے، کئی قسم کی مٹھائیاں، نمکین چیزیں، کوزہ مصری کشمش، مغز اخروٹ، مغز بادام، سب موجود، اور ان کے گرداگرد نعت خواں گول دائرہ کی شکل میں بیٹھ گئے ان نعت خوانوں میں مزنگ والے دو بھائی جو ایک ہی وقت ایک آواز میں نعت پڑھتے تھے کے علاوہ گنتی ہی پوری کی گئی تھی (یعنی اچھے نعت خواں نہ تھے)، ہاں ان میں دو نابینے بھی تھے ان میں سے ایک نابینا (حافظ جی)، بچارے ناک میں بولتے (گنگنے تھے)، نعت خواں جب نعت پڑھنی شروع کرتا تو باآواز بلند کہتا کہ سب درود پڑھو، اور خود نعت کی طرز دہرا لیتا یعنی سُرتال درست کر لیتا، پھر باآواز بلند نعت شروع کرتا۔ اب درود شریف پڑھنے والے خوش ہو جاتے۔ تاآنکہ وہ پوری نعت پڑھتا، پھر باری باری سب نعت خواں نعتیں پڑھتے۔

اتفاق سے بندہ (حافظ جی) کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہماری پشت کی جانب "دروں" پر پردے لٹک رہے تھے اور عورتیں اس پردہ کی اوٹ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب "حافظ جی" نے نعت پڑھنی شروع کی، چونکہ آواز گنگنی تھی اور بے سُری بھی تو سب نے کہنا شروع کیا حافظ جی جزاک اللہ جزاک اللہ۔ یعنی (ختم کرو لطف نہیں آرہا)، مجھے یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ کچھ وقفہ کے بعد (دوران نعت)، "حافظ جی" اکڑوں سے ہو جاتے ہیں۔

مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ پھل وغیرہ بانٹا گیا اور کچھ نقدی حسب حال ہر ایک نعت خواں کو دی گئی جب حافظ جی جانے لگے تو میں نے پوچھا "حافظ جی! آپ نعت پڑھتے وقت "تڑپکتے" (اکڑوں سا ہونا) کیوں تھے، تو "حافظ جی" نے ہنس کر کہا کہ بھائی جب میں نعت پڑھتا ہوں اور تمھیں معلوم ہی ہے کہ میری آواز صاف اور سُریلی نہیں ہے، ناک میں بولتا ہوں تو جو بیبیاں پس پردہ بیٹھی ہوئی تھیں انھیں میرا نعت پڑھنا بھلا معلوم نہیں ہوتا تھا، چنانچہ وہ میری کمر پر "چونڈی مارتی" (چٹکی لیتیں)، جس سے میرا جسم "تڑپک تڑپک" جاتا تھا ـــ اب ایسی مولود کی مجالس میں جہاں دین کو کھیل تماشہ بنایا جاتا ہے، شامل نہ ہونا "وہابی" ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا سطور میں جو کچھ آپ نے دیکھا یہ تو قرآن مجید پڑھنے سے پہلے کی حالت بیان کی گئی ہے۔ اب قرآن مجید پڑھنے کے بعد جو صحیح معلومات حاصل ہوئیں وہ ذیل کی سطور میں پڑھیئے:۔

درس قرآن مجید اور حدیث شریف سننے کی برکت سے اب سمجھ میں آیا کہ دنیا میں "اولیاء اللہ" کی جماعت ہمیشہ رہی ہے، اب بھی ہے، اور تاقیامت رہے گی اور یہی نفوس قدسیہ پیغمبرؐ اسلام کے صحیح جانشین ہیں جو "دین حق" کی تبلیغ و اشاعت کا فرض ادا کرتے ہیں اور حق تعالےٰ کی رضا اور نجات آخرت کے خیال میں اس قدر مگن رہتے ہیں کہ یہاں کی بڑی سے بڑی سختیوں کو خاطر میں نہیں لاتے، اور اس دنیا کی تھوڑی سی پونجی میں وہ سکون قلبی اور راحت باطنی نصیب ہوتی ہے جو بادشاہوں کو بے شمار سامانوں

اور اموال و خزائن سے حاصل نہیں ہو سکتی، بلکہ بعض اوقات یہاں کی چند روزہ تکلیفوں اور سختیوں میں وہ لذت پاتے ہیں، جو اغنیا و ملوک اپنے عیش و عشرت میں محسوس نہیں کرتے۔ ان ہی پاک ہستیوں نے خدا کے فضل و کرم سے اپنے علم و عمل سے لاکھوں مشرکوں کو توحید کا سبق پڑھایا اور جو بدبخت دوزخ کی لائن پر سرپٹ جا رہے تھے، اس سے ہٹا کر جنت کے راستہ پر لا کھڑا کیا۔

مگر افسوس ہے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جب ان صفات حمیدہ کے حامل زندہ موجود ہوتے ہیں تو مسلمان اپنی جہالت کے باعث ان کا ٹھٹھا اور تمسخر اڑاتے ہیں اور وفات یافتہ کی قبروں کی مٹی چاٹتے ہیں۔

زندگی میں وہ تمسخر اور وفات کے بعد یہ تعظیم!

اولیاء اللہ کی تعریف از روئے قرآن

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ — (پارہ ۱۱ - سورہ یونس ع)

ترجمہ - یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے، ان کے لئے خوشخبری دنیا کی زندگانی میں اور آخرت میں بدلتی نہیں اللہ کی باتیں۔

حاشیہ شیخ الاسلام مولٰنا شبیر احمد عثمانی رح

یہ "اولیاء اللہ" کی تعریف فرمائی یعنی مومن متقی خدا کا ولی ہوتا ہے۔ پہلے کئی موقع پر معلوم ہو چکا ہے کہ ایمان و تقوٰی کے بہت سے مدارج ہیں۔ پس جس درجہ کا ایمان و تقوٰی کسی میں موجود ہوگا اسی درجہ ولایت کا ایک حصہ اس کے لئے ثابت ہوگا، پھر جس طرح مثلاً دس بیس روپیہ بھی مال ہے، اور پچاس سو، ہزار دو ہزار، لاکھ دو لاکھ روپیہ بھی، لیکن عرف عام میں دس بیس روپے کے مالک کو "مالدار" نہیں کہا جاتا جب تک معتدبہ مقدار مال و دولت کی موجود نہ ہو۔ اسی طرح سمجھ لیجئے کہ ایمان و تقوٰی کسی مرتبہ میں ہو، وہ ولایت کا شعبہ ہے اور اس حیثیت سے سب مومنین فی الجملہ "ولی" کہلائے جا سکتے ہیں۔ لیکن عرف میں "ولی" اسی کو کہا جاتا ہے، جس میں ایک خاص اور ممتاز درجہ ایمان و تقوٰی کا پایا جاتا ہو۔

احادیث میں کچھ علامات و آثار اس ولایت کے ذکر کئے گئے ہیں۔ مثلاً:-

ان کو دیکھنے سے خدا یاد آنے لگے۔ یا مخلوق خدا سے ان کو بے لوث محبت ہو۔

عارفین نے اپنے مذاق کے موافق "ولی" کی تعریفیں کی ہیں، جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔

اولیاء اللہ کے لئے دنیا میں کئی طرح کی بشارتیں ہیں۔ مثلاً

حق تعالٰی نے انبیاء کی زبانی جو لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وغیرہ کی بشارت دی ہے۔ یا فرشتے موت کے قریب ان کو کہتے ہیں۔

أَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝

(حٰم السجدہ - رکوع ۴)

یا کثرت سے سچے اور مبارک خواب انھیں نظر آتے ہیں۔ یا ان کی نسبت دوسرے بندگان خدا کو دکھائی دیتے ہیں۔ جو حدیث صحیح کے موافق نبوۃ کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔ یا ان کے معاملات میں خدا کی طرف سے خاص قسم کی تائید و امداد ہوتی ہے۔ یا خواص میں اور کبھی خواص سے گزر کر عوام میں بھی ان کو مقبولیت حاصل ہوتی ہے اور لوگ ان کی مدح و ثنا اور ذکر خیر کرتے ہیں۔

وفات پانے کے بعد اولیاء اللہ کی روحوں کا مسکن

"عالم برزخ میں ارواح کا مسکن"

(برزخ دنیا و قیامت کے درمیان کا عرصہ)

منکروں اور جھٹلانے والوں کی روحیں

(۱) إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ

(اعراف - ۵)

بیشک جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے ماننے سے غرور کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے۔ اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ تا آنکہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے (یعنی کبھی نہیں)

حاشیہ

مرنے کے بعد آسمانی بادشاہی کے حدود میں قدم نہ رکھ سکیں گی، اور فضائے زمین میں آوارہ پھریں گی، یا اپنے خاکی جسموں کے لگاؤ سے جہاں وہ سپرد خاک ہوئے ہوں۔ منڈلاتی رہیں گی۔ اور وہیں سے دوزخ کا منظر دیکھیں گی اور تکلیف اٹھائیں گی۔

مومن روح

(۲) اس کے برخلاف ہمہ تن پاکباز (مومن روح) کا یہ حال ہوتا ہے کہ موت کے ہی وقت رحمت الٰہی کا فرشتہ بلکہ خود زبان رحمت اس کے کانوں میں یہ صدا دیتی ہے۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝ (فجر - ۱)

ترجمہ - اے مطمئن روح! اپنے پروردگار کے پاس واپس چلی جا! تیرا پروردگار تجھ سے خوش اور تو اپنے پروردگار سے خوش تو میرے بندوں میں شامل اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔

پاک باز روحیں

(۳) ان سے بڑھ کر وہ پاک باز ارواح ہیں۔ جنھوں نے اپنے خاکی جسموں، فانی زندگیوں، مادی خوشیوں اور زوال پذیر مسرتوں کو خدا کی راہ میں قربان کیا۔ تو ان کو خدا کی طرف سے ایک تمثالی جسم، غیر فانی زندگی اور روحانی عیش و مسرت کی لازوال دولت اسی وقت عنایت کر دی جاتی ہے۔ فرمایا۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

(البقرہ - ۱۱)

(ترجمہ) جو خدا کی راہ میں مارے جائیں ان کو مردہ نہ کہو۔ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم شعور نہیں کر سکتے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۝ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

(آل عمران - ۱۷)

ترجمہ:- اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے۔ خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے۔ اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پاس ان کے پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ ان کو غم۔ خوش وقت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

یعنی گھر میں بیٹھے رہنے سے موت تو رک نہیں سکتی۔ ہاں آدمی اس موت سے محروم رہتا ہے، جس کو موت کی بجائے حیات جاودانی کہنا چاہیئے شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک خاص طرح کی زندگی ملتی ہے جو اور مردوں کو نہیں ملتی۔ ان کو حق تعالٰی کا ممتاز قرب حاصل ہوتا ہے۔ بڑے عالی درجات و مقامات پر فائز ہوتے ہیں۔ جنت کا رزق آزادی سے پہنچتا ہے۔ جس طرح ہم اعلٰی درجہ کے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر ذرہ دیر میں جہاں چاہیں اڑے چلے جاتے ہیں، شہدا کی ارواح حواصل طیور خضرا میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی رہتی ہیں۔ ان طیور خضر کی کیفیت وہی اللہ ہی جانے، وہاں کی چیزیں ہمارے احاطہ خیال میں کہاں آ سکتی ہیں

اس وقت شہداء بے حد مسرور ہوتے ہیں، کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ہر آن مزید انعامات کا سلسلہ قائم کر دیا۔ جو وعدے شہیدوں کے لئے پیغمبر علیہ السلام کی زبانی کئے گئے تھے، انھیں آنکھوں سے مشاہدہ کر کے بے انتہا خوش ہوتے ہیں۔

یہ پر مسرت زندگی شہداء کو ملیگی اس زندگی کا مقام خدا کے پاس بتایا گیا ہے

احادیث صحیحہ میں ہے

کہ ان زندہ شہیدوں کی روحیں قفس عنصری سے پرواز کر کے جب اڑتی ہیں تو وہ سبز پرندوں کی صورت میں جنت کی سیر کرتی ہیں، اور عرش الٰہی کی قندیلیں اس کے نشیمن بنتی ہیں۔

بعض سعید روحیں

(۴) بعض سعید روحیں ہیں۔ جو یہاں سے نکل کر فرشتوں کی صف میں داخل ہو جاتی ہیں جیسا کہ حضرت جعفر طیارؓ کے متعلق احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ وہ شہادت کے بعد اپنے دونوں بازوؤں سے فرشتوں کے ساتھ عالم ملکوت میں اڑ رہے تھے عالم برزخ کے یہ دو اڑنے والے بازو درحقیقت ان دونوں جسمانی بازوؤں کی مثال ہیں، جو اس جنگ میں ان کے جسم سے کٹ کر گر گئے تھے۔ اور وہ اس پر بھی اسلام کے علم کو اپنے بقیہ کٹے ہوئے بازو اور گردن کے سہارے سے پکڑے ہوئے تھے

مذکورہ بالا سطور میں چار اقسام کی ارواح کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب غور کریں کہ وفات کے بعد اولیاء اللہ کا یہ کام کہیں نہیں بتایا گیا کہ وہ خدا اور انسان کے درمیان وسیلہ اور واسطہ بن جاتے ہیں اور لوگوں کی حاجتیں سن کر خدا تعالیٰ سے منظوری کراتے رہتے ہیں۔

قبر پرستی

شرک کا ایک بڑا ذریعہ قبر پرستی ہے۔

بزرگوں کی قبروں اور مزاروں کو لوگ عبادتگاہ بنا لیتے ہیں۔

سالانہ مجمع (عرس) کرتے ہیں۔
قبروں پر سجدے کرتے ہیں
منتیں مانتے ہیں۔
نذریں (نیازیں) چڑھاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام افعال سے منع کیا۔ وفات سے پانچ دن پہلے فرمایا:۔ کہ تم سے پہلے لوگ قبروں کو مسجد بنا لیتے تھے، دیکھو تم کو منع کرتا ہوں کہ قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ (صحیح مسلم کتاب المساجد)

عین وفات کے وقت چہرہ مبارک سے چادر الٹ دی اور فرمایا:۔
خدا یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔

قرآن مجید و حدیث

قرآن مجید اور حدیث شریف کو کسی محقق عالم دین صاحب دل کی صحبت میں سنا ہو اور مدت مدید تک عقیدت، ادب اور اطاعت سے یہ فیض حاصل کیا ہو تو "توحید خالص" کا نور سینہ میں آتا ہے، اور یہ کوئی معمہ نہیں جو سمجھ میں نہ آئے۔ قرآن مجید کا کوئی صفحہ ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید یعنی لاشریک ہونے کا اعلان نہ کیا ہو، اور ہر پہلو سے یہ ذہن نشین نہ کرایا ہو کہ اس کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے۔

سارے جہان میں مشیت ایک خدا کی ہے۔ اس کی خواہش کے مطابق دنیا اور دنیا کے سارے کام چل رہے ہیں۔

اس کے ساتھ کسی مخلوق کی مشیئت عالم کے کاروبار میں شریک نہیں۔

قرآن مجید کے پڑھنے سے آنکھیں کھلتی ہیں، شریک اور ساجھی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک وہ وقت تھا، جب کچھ نہ تھا (سوائے اس کی ذات کے) پھر سب کچھ اس نے پیدا کیا۔ فرشتے، جن، اور بعد میں انسان کی خلقت ہوئی۔ غرضیکہ ہر پہلو سے یہ ذہن نشین کر دیا کہ خالق و مالک وہی ایک ذات پاک ہے۔ زمین، آسمان، چاند، ستارے، سورج اور آسمانوں اور زمینوں کے درمیان طرح طرح کی مخلوق پیدا کرنے والا ایک ہی ہے۔ اور اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے۔

نیز فرمایا کہ انسان کی کل ضروریات کا کفیل بھی وہی ہے، تمام خزانوں کی کنجیاں اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اس میں کسی کا دخل نہیں، وہی عالم الغیب ہے۔ جسے چاہے اور جتنا چاہے دے۔ اور اس کا یہ بھی اعلان ہے کہ ہر حاجت کے لئے اسے ہی پکارا جائے۔ وہ ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہے، وہ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اب یہ علیحدہ بات ہے کہ انسان ایک منگھڑت عقیدہ کو ذہن میں جگہ دے اور "اولیاء اللہ" کی قبروں پر جا کر مرادیں مانگے، چڑھاوے چڑھائے اور اسے عین اسلام سمجھے۔ حالانکہ قرآن و احادیث میں ایسے عقیدہ کا سختی سے بار بار رد کیا گیا۔ اللہ تعالے ہمیں توحید خالص کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

از جناب حاجی کمال الدین صاحب

ساتھ جانے والا مال

——— حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے فرمایا تم میں کوئی ایسا ہے جس کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ ہم میں ہر شخص ایسا ہی ہے جس کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے۔ حضورؐ نے فرمایا سوچ کر کہو۔ دیکھو کیا کہہ رہے ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ ہم میں ہر شخص کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تم میں کوئی بھی ایسا نہیں۔ جس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا حضورؐ یہ کس طرح! حضورؐ نے ارشاد فرمایا تمہارا مال وہ ہے جو آگے بھیج دیا۔ اور وارث کا مال وہ ہے جو پیچھے چھوڑ گیا۔

اس روایت سے یہاں یہ نہ سمجھ لینا کہ اس حدیث شریف کا مقصد وارثوں کو محروم کرنا ہے۔ نہیں۔ یہ بات نہیں۔ حضورؐ نے خود اس پر تنبیہ فرمائی ہے حضرت سعد بن ابی وقاص فتح مکہ کے زمانے میں ایسے سخت بیمار ہوئے کہ بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ حضورؐ بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے تو انھوں نے عرض کیا کہ حضورؐ میرے پاس مال زیادہ ہے۔ اور میرے وارثوں میں صرف ایک بیٹی ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اپنے سارے مال کی وصیت کردوں (کہ اس وقت ان کی اولاد صرف ایک ہی بیٹی تھی اور اس کا خرچ اس کے خاوند کے ذمہ تھا) حضورؐ نے منع فرما دیا۔ انہوں نے دو تہائی کی اجازت چاہی۔ حضورؐ نے اس کا بھی انکار فرما دیا پھر نصف کی درخواست بھی قبول نہیں فرمائی۔ تو انہوں نے ایک تہائی وصیت کی اجازت چاہی۔ حضورؐ نے اس کی اجازت فرما دی۔ اور ارشاد فرمایا کہ ایک تہائی بھی بہت ہے۔ تم اپنے وارثوں کو (یعنی مرنے کے وقت جو بھی ہوں۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد اور بھی اولاد ہوگئی تھی) غنی چھوڑو یہ اس سے بہتر ہے کہ ان کو فقیر چھوڑو کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ اس طرح پر جو بھی خرچ اللہ کے واسطے کیا جائے وہ ثواب کا موجب ہے۔ حتیٰ کہ اللہ کے لئے اگر ایک لقمہ بیوی کو دیا جائے تو اس پر بھی اجر ہے۔ اور وارثوں کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے وصیت کرنا موجب عتاب ہے۔

حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ بعض مرد اور عورت اللہ کی فرمانبرداری میں ساٹھ سال گزار دیتے ہیں اور جب مرنے کا وقت آتا ہے تو وصیت میں نقصان پہنچاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے جہنم کی آگ ان کے لئے ضروری ہوجاتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو کسی وارث کی میراث کو قطع کرے اللہ تعالےٰ اس کی میراث کو جنت سے قطع کرے گا لہٰذا اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیئے کہ وصیت اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے میں یہ ارادہ اور نیت ہرگز نہ ہو کہ کہیں فلاں وارث نہ بن جائے۔ بلکہ ارادہ اور نیت اپنی ضرورت کا پورا کرنا اپنے لئے ذخیرہ بنانا ہو آدمی کے ارادے اور نیت کو عبادات میں بہت زیادہ دخل ہے

حضورؐ پاک کا ارشاد جو بہت زیادہ مشہور ہے انّما الاعمالُ بالنیّات کہ اعمال کا مدار نیت اور ارادے پر ہے نماز جیسی اہم عبادت اللہ کے واسطے پڑھی جائے تو کتنی زیادہ موجب اجر و ثواب ہے کہ کوئی دوسری عبادت اس کے برابر نہیں۔ یہی نماز اگر ریاکاری اور دکھلاوے کے واسطے پڑھی جائے تو شرک اصغر اور وبال جان بن جائے اس لئے خالص اللہ کی رضا اور اپنی ضروریات کی تکمیل ہونا چاہیئے۔ جس کی بہترین صورت یہ ہے کہ اپنی زندگی اور تندرستی میں اس حالت میں جبکہ یہ بھی معلوم نہ ہو کہ میں پہلے مروں گا یا وارث پہلے مرے گا اور کون وارث ہوگا۔ کون نہ ہوگا ایسے وقت میں خرچ کرے اور خوب کرے۔ جتنا زیادہ صدقہ کرسکتا ہے کرے۔ وصیت کرے۔ وقف کرے۔ اور جن مواقع خیر میں زیادہ ثواب کی امید ہو۔ ان کی فکر و جستجو میں رہے۔ یہ نہیں کہ اپنے وقت میں تو بخل کرے اور جب مرنے لگے تو سخی بن جائے۔ افضل صدقہ تو وہ ہے جو حالت صحت میں کیا جائے نہ یہ کہ جب جان نکلنے لگے تو کہے کہ اتنا فلاں کا اور اتنا فلاں کا۔ حالانکہ مال فلاں کا (یعنی کسی اور وارث کا) ہوگیا۔

——— یہ بات خوب ذہن نشین کرلو کہ ساتھ جانے والا صرف وہی مال ہے جس کو اللہ پاک کے بنک میں جمع کر دیا، اور جس کو جمع کرکے اور خوب زیادہ بڑھاکر چھوڑ دیا وہ اپنے کام میں نہیں آتا۔ اس کے مالک تو وارث بن گئے۔ اور دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ بعد میں نہ کوئی ماں باپ یاد رکھتا ہے۔ نہ بیوی بچے پوچھتے ہیں۔ الّا ماشاء اللہ۔ اپنا ہی کیا اپنے کام آتا ہے۔ ان تمام رشتہ داروں کی محبت کا خلاصہ تو صرف دو چار دن ہائے ہائے کرنا ہے اور پانچ سات مفت کے آنسو بہانا ہے۔ اور اگر ان آنسوؤں میں بھی پیسے خرچ کرنا پڑیں تو شاید یہ بھی نہ رہیں۔ باقی رہا یہ خیال کہ اولاد کی خیر خواہی کی وجہ سے مال کو جمع کرکے چھوڑتا ہے یہ نفس کا دھوکہ ہے صرف مال جمع کرکے ان کے لئے چھوڑ جانا ان کے ساتھ خیر خواہی نہیں ہے۔ بلکہ شاید بدخواہی بن جائے۔ جس اولاد کو دین کی تعلیم نہیں ہوتی تو پھر وہ تو اس مال کو واہی تباہی میں اڑائے گا۔ زنا کرے گا یا شراب پیئے گا۔ چند روز میں گل چھرّے اڑا کر ختم کر دے گا۔ اگر واقعی اولاد کی خیر خواہی مقصود ہے۔ اگر واقعی یہ دل چاہتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری اولاد پریشاں حال اور ذلیل و خوار نہ پھرے تو ان کو مالدار چھوڑنے سے زیادہ ضروری ان کو دین دار چھوڑنا ہے کہ بد دینی کے ساتھ مال بھی ان کے پاس نہ رہے گا۔ چند دنوں کی لذات اور شہوات میں اڑ جائے گا۔ اور اگر رہا بھی تو اپنے کسی کام کا نہیں ہے اور دینداری کے ساتھ اگر مال نہ بھی ہو تو ان کی دینداری ان کے لئے کام آنے والی ہے اور اپنے لئے بھی مفید ہے اور مال میں سے تو اپنے کام آنے والا صرف وہی ہے جو ساتھ لے گیا۔

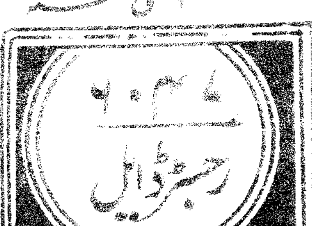
حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ نے دو غنی اور اور دو فقیروں کو موت دی۔ اس کے بعد ایک غنی سے مطالبہ فرمایا کہ اپنے واسطے آگے کیا بھیجا اور اپنے عیال کے واسطے کیا چھوڑ کر آیا۔ اس نے عرض کیا۔ یا اللہ تو نے مجھے بھی پیدا کیا اور ان کو بھی تو نے ہی پیدا کیا اور ہر شخص کی روزی کا تو نے ہی ذمہ لیا اور تو نے قرآن پاک میں فرمایا۔ من ذاالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً۔ اس بنا پر میں نے اپنا مال آگے بھیج دیا اور مجھے یہ بات معلوم تھی کہ ان کو روزی دیں ہی گے۔ ارشاد ہوگا۔ اچھا جاؤ اگر تمہیں (دنیا میں) معلوم ہو جاتا کہ تمہارے لئے میرے پاس کیا کیا (انعام و اکرام) ہے تو دنیا میں بہت خوش ہوتے اور بہت کم رنجیدہ ہوتے"۔ اس کے بعد دوسرے غنی سے مطالبہ ہوا کہ تو نے کیا اپنے لئے بھیجا اور کیا عیال کے لئے چھوڑا۔ اس نے عرض کیا یا اللہ میری اولاد تھی، مجھے ان کی تکلیف اور فقر کا ڈر ہوا۔ ارشاد ہوا کہ کیا میں نے ہی تجھ کو اور ان سب کو پیدا نہ کیا تھا؟ کیا میں نے سب کی روزی کا ذمہ نہیں اٹھایا تھا۔ اس نے عرض کیا۔ یا اللہ بیشک ایسا ہی تھا۔ لیکن مجھے ان کے کفر کا خوف ہی بہت ہوا۔ ارشاد ہوا کہ فقر تو ان کو پہنچا۔ کیا تو نے اسکو ان سے روک دیا؟ اچھا جا اگر تجھے (دنیا میں) معلوم ہو جاتا کہ تیرے لئے میرے پاس کیا کیا (عذاب) ہے تو بہت کم ہنستا اور بہت زیادہ روتا۔ پھر ایک فقیر سے مطالبہ ہوا کہ تو نے کیا اپنے لئے جمع کیا۔ اور کیا عیال کے لئے چھوڑا؟ اس نے عرض کیا یا اللہ مجھے صحیح سالم تندرست پیدا کیا اور گویائی بخشی۔ اپنے پاک نام مجھے سکھائے۔ اپنے سے دعا کرنا سکھایا۔ اگر آپ مجھے مال دے دیتے تو مجھے یہ اندیشہ تھا کہ میں اس میں مشغول ہو جاتا میں اپنی اس حالت پر جو تھی بہت راضی ہوا۔ ارشاد ہوا کہ اچھا جاؤ۔ میں بھی تم سے راضی ہوں اگر تمہیں (دنیا میں) معلوم ہو جاتا کہ تمہارے لئے میرے پاس کیا ہے تو بہت زیادہ ہنستے اور بہت کم روتے۔ پھر دوسرے فقیر سے مطالبہ ہوا کہ تو نے اپنے لئے کیا بھیجا اور عیال کے لئے کیا چھوڑا۔ اس نے عرض کیا یا اللہ آپ نے مجھے دیا ہی کیا تھا جس کا اب سوال ہے۔ ارشاد ہوا کیا ہم نے تجھے صحت نہ دی تھی۔ گویائی نہ دی تھی۔ کان، آنکھ نہ دیے تھے اور قرآن پاک میں یہ نہ کہا تھا ادعونی استجب لکم مجھ سے دعائیں مانگو میں قبول کرونگا اس نے عرض کیا یا اللہ یہ تو بے شک صحیح ہے۔ مگر مجھ سے بھول ہوئی ارشاد ہوا کہ اچھا آج ہم نے بھی تجھے بھلا دیا جا چلا جا۔ اگر تجھے

** خبر ہوتی کہ تیرے لئے ہمارے ہاں کیا کیا عذاب ہے تو بہت کم ہنستا اور بہت زیادہ روتا ———



شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے

منظور شدہ
محکمہ جیل مغربی پاکستان



منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱۔ لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G / ۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء
۲۔ پشاور 〃 〃 T.B.C ۲۲۸۱/۲۷۳ مورخہ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء

قرآن مجید مترجم

شیعہ — سنی — اہلحدیث
دیوبندی — بریلوی
علماء کا تصدیق شدہ
ھدیہ چھ روپے محصولڈاک عہ
نوٹ رقم ہرحالت میں پیشگی آنی چاہیے وی پی ہرگز نہ ہوگا
ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور

خلاصۃ المشکوٰۃ

مترجم

جس میں اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیثیں ہیں۔ اور قرآن مجید کی طرح اس پر اعراب ہیں۔ ترجمہ نہایت ہی آسان اردو میں ہے۔ عورتیں سمجھ دار بچے اور معمولی اردو دان بھی بآسانی پڑھ سکتے ہیں۔ ہدیہ مجلد عہ
محصول ڈاک ۱۲ر

ناظم انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

دیگر مطبوعات

گلدستہ صد احادیث نبویؐ مجلد جیبی سائز
قیمت ۸ آنے معہ محصولڈاک ۱۵ر آنے

مجموعہ تفاسیر مجلد	۸عہ	〃	عاعہ
ضرورۃ قرآن	۳ر	〃	۵ر
اسماء اللہ الحسنیٰ	۵ر	〃	۷ر
مقصد قرآن	۳ر	〃	۵ر
استحکام پاکستان	۳ر	〃	۵ر
اصلی حنفیت	۲ر	〃	۴ر
بہشتی دوزخی کی پہچان	۲ر	〃	۴ر
نجات دارین کا پروگرام	۳ر	〃	۵ر
مسٹر اور علماء	۳ر	〃	۵ر

ملنے کا پتہ
ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

خوشخبری
قرآن مجید مترجم بزبان سندھی

از حضرت شیخ المشائخ قطب الاقطاب اعلیحضرت مولانا وسیدنا تاج محمود صاحب امروٹی نور اللہ مرقدہٗ
بار دوم چھپ کر تیار ہو گیا ہے
ھدیہ ۷ روپے محصولڈاک عہ
ملنے کا پتہ
حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ شیرانوالہ دروازہ لاہور

۳۲ رسالے

مختلف مضامین پر عام فہم اردو میں شائع کئے گئے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ اس وقت تک نو لاکھ ۹۵ ہزار تک سارے ہندوپاک میں تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ ہر مسلمان مرد، عورت اور بچے کے لئے ان کا مطالعہ ضروری ہے۔ رقم ہرحالت میں پیشگی روانہ کریں۔
ہدیہ مجلد عہ محصولڈاک وغیرہ عہ

ناظم انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

مجلس ذکر

مجلس ذکر کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ سے جو لوگ وابستہ ہیں یعنی جنہیں آپ سے بیعت کا شرف حاصل ہے۔ وہ ہر جمعرات کو نماز مغرب کے بعد جمع ہوتے ہیں اور خاندان قادریہ کے مسلک پر ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ ذکر کے بعد مولانا مدظلہٗ کی تقریر ہوتی ہے جس میں روحانی امراض کی تشخیص اور اس کا علاج و پرہیز بتائی جاتی ہے۔ تزکیہ نفس کرنے کے لئے یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔ یہی تقریر ہفت روزہ "خدام الدین" میں چھپ کر شائع ہوتی ہے۔ ان کی تقاریر کا مجموعہ "مجالس ذکر" کے نام سے کتابی شکل میں چھپ چکا ہے ... [illegible]

ناظم انجمن خدام الدین ——— دروازہ شیرانوالہ لاہور





... لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا